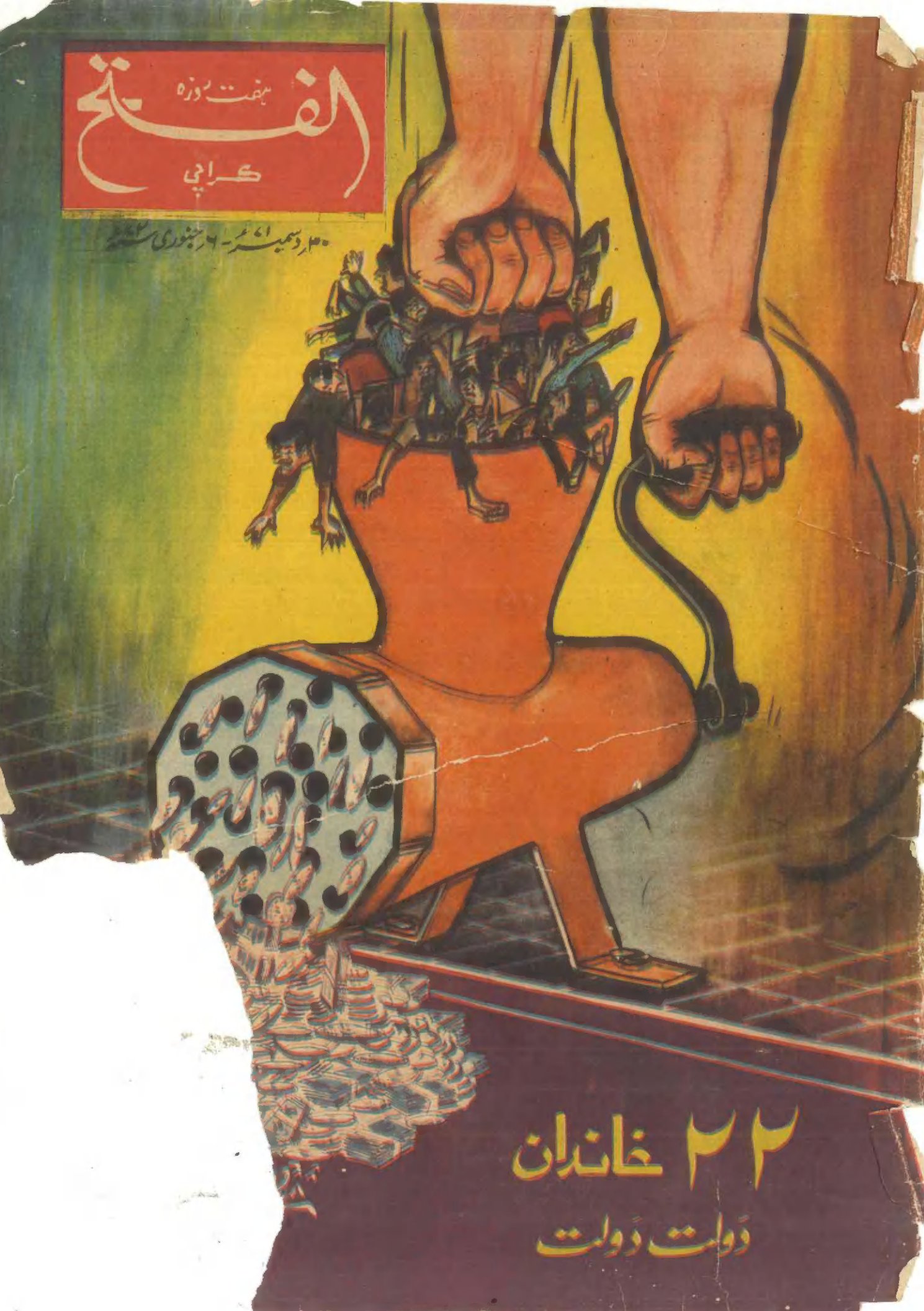


ہفت روزہ
الف تحہ
کراچی

۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء - ۲ جنوری ۱۹۴۸ء



۲۲ خاندان
دولت دولت

اک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھو ————— اور آگے بڑھو

تم کو قسمت بد لانا ہے ہر کھیت کی
اس میں پوشیدہ ہے عظمت ملک بھی
سر اٹھاؤ کمر اپنی کس کر چلو
اپنی قسمت کے خود آپ مالک بنو

اک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھو ————— اور آگے بڑھو

چمنیوں سے دھواں یوں نکلتا ہے
بڑھ کے افلاس و غربت نکلتا ہے
اپنی محنت سے گھر گھر اُجالا کرو
اپنی قسمت کے خود آپ مالک بنو

اک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھو ————— اور آگے بڑھو

بام پر اک نیا آفتاب آگیا
جس کی خواہش تھی وہ انقلاب آگیا
حق و انصاف کا بول بالا کرو
اپنی قسمت کے خود آپ مالک بنو

اک نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھو ————— اور آگے بڑھو

اک نئے عزم

کے ساتھ

آگے بڑھو

حکومتی عہدے الگ۔ پارٹی عہدے الگ

مسٹر جھٹو نے اقتدار سنبھال لیا ہے۔

یہ عمل انتہائی غیر معمولی اور نادر ترین حالات میں مکمل ہوا ہے۔ گونا گوں ہجراتوں کے دوران ابھرنے والی ہجرت جھٹو کی شخصیت کو یہ منصب پاکستان کی تاریخ کے عظیم ترین بحران میں ملے ہے۔ ایک کڑی آزمائش ان کے رویہ و فطرتی ہے۔ چاروں طرف مسائل ہی مسائل میں مشرقی پاکستان کا رونا دکھائی دے رہا ہے۔ بڑی طاقتیں منہ بچاڑے پک رہی ہیں اندرون ملک سب کچھ دیرالیا ہو چکا ہے۔

مسٹر جھٹو نے اس ذمہ داری کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ وہ آزمائش سے فٹنے کے لئے پورے زور سے مصروف عمل ہو گئے ہیں۔ قوم کو سب سے پہلے فوجی و دیگر ذرائع سے نجات دلانے کے لئے بعض اہم اقدامات کئے ہیں۔ ۱۶ اکتوبر ۵۵ء سے ۲۱ دسمبر ۱۹۵۵ء تک، بیس سال سے زائد۔ ملکی سیاست میں کھلم کھلا اثر کیب ان جرنلوں کی برطرفی کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ وہ جنرل جنہیں عوام اپنا عاقظ سمجھتے رہے اور جنہوں نے عوام کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا، آج چھانٹی اور جبری برطرفیوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ ان کی طاقت کا شیرازہ منتشر ہوا ہے۔ ان کا نشہ دم توڑ رہا ہے اور وہ عوام کی زبردست نفرت اور تنقید کا نشانہ بن رہے ہیں۔

نئی حکومت نے ۲۲ خاندانوں کو بھی پابند کر دیا ہے۔ یہ خاندان سیاہ و سفید کے مالک رہے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ ضبط کرنے کے احکامات نے عوام کو نافرور کیا ہے کہ وہ محاسبے سے بالاتر نہیں بن سکتے۔ انہیں سیکشنز میں ہی جکڑ دیا جائے یا پھر یہ خاندان پہلے کی طرح اپنی نجات کا راستہ تلاش کر لیں۔ اس کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔ آنا ضروری ہے کہ تمام وڈیروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور نوکر شاہی کی اجارہ داریں ہی ختم کر کے ملک کو اندرونی استحکام نصیب ہو سکتا ہے۔

مسٹر جھٹو نے بحیثیت صدر مملکت اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر مختلف ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونے کے لئے جن شخصیات پر اعتماد کیا ہے، ان کی ذمہ داریاں بھی صدر مملکت سے کم نہیں قدرہ برابر غلطی خود غرضی، اقربا پروری اور غیر دانشمندانہ اقدامات کے نتائج بہت جبرے ہوں گے۔ ان میں سے گورنر ہوں یا وزیر، مشیر ہوں یا کوئی اور سب کو نیت کرنا ہوگا کہ وہ اور ان کی تمام کوششیں ملک کے کروڑوں مظلوم عوام اور وطن کے استحکام کے لئے ہیں۔ ان کا محاسبہ ضروری اور انتہائی تو جہ کا مستحق ہے۔ یہ ذمہ داری صرف اور صرف پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن ہی انجام دے سکتے ہیں۔

مسٹر جھٹو کو آج جس قدر مضبوط اور منظم پیپلز پارٹی کی ضرورت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ فوری طور پر اس غلام کو چھوڑا جائے۔ صدر مملکت خود اس جماعت کے بنیادی عہدے پر فائز ہیں۔ جن گورنروں اور وزیروں کو حکومت میں شامل کیا گیا ہے۔ وہ بھی پارٹی کے سیکرٹری جنرل سے لے کر دوسرے صوبائی اور شہری قیادت کے عہدوں پر مامور ہیں۔ کارکنوں کو ان حالات میں اپنی قیادت سے گہرا رابطہ رکھنا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیپلز پارٹی کے یہ کارکن جن کی اکثریت مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل ہے۔ مسٹر جے۔ اے۔ رحیم، شیخ رشید یا دوسرے عہدیداروں سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اسلام آباد نہیں جاسکتی وہ مقامی مسائل کو فوری طور پر پارٹی کی پالیسیوں کی روشنی میں حل کرنے کے لئے بے چین ہیں۔

ہیں اس امر کا قوی احساس ہے کہ مسٹر جھٹو کے سامنے مسلم لیگ کا انجام ہے۔ نوابزادہ خان قیادت میں سے بنیادی غلطی یہ ہوئی تھی کہ مرحوم نے مسلم لیگ کو ایک جیب میں اور دوسری میں وزارت غلطی ڈال دی تھی اس

خدا کی قسم کے مظلوم عوام کا ترجمان

الفلاح

جلد ۲ - شمارہ ۱۵ - ۳۳

۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ء - ۶ جنوری ۱۹۵۶ء

نگران
شوکت صدیقی
محمود شام

مدیر

ارشاد راؤ

معاونین خصوصی

ابوالسیم جلیس، افضل صدیقی، عبدالحکیم جلیس

بلیس ادارت

وہاب صدیقی - نعیم آروی

آرٹ ایڈیٹر

غلام نبی بزمی

بدل اشترک نی پڑچ سالانہ ششماہی
۵۰ پیسے ۲۵ روپے ۱۳ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۰ پیسے ۲۰ روپے ۱۶ روپے
بحرین، کویت: ۹۰ فلس دوپہ قفر: ۵۰ درم
سعودی عرب: ۵۰ قرش - پاکستان ۴ شنگل ۶ پیسہ

مقام اشاعت

سہفت روزہ الفلاح، ۸ ڈی نوری کٹرل ایریا
پی، ای، سی۔ ایچ۔ ایس کراچی ۲۹

ایڈیٹر پبلشر: ارشاد راؤ

مطبع حق آفٹ پریس، قیادت آباد کراچی

عکاس: الطاف رانا

احساب۔ ہر مقام پر۔ احتساب ہر کسی کا

سامع

سنو آواز آرہی ہے۔

ہم ایک نیا اور عظیم پاکستان بنائیں گے۔ جہاں مزدور ملک سے سوال کرے گا کہ اپنی دولت کا حساب دو تو ہماری یہ دولت صدارت کا عہدہ سنبھالنے کے وقت کتنی تھی؟ صدر ملک کو اپنے اثاثے کی تفصیل سے نہ صرف مزدور کو مطمئن کرنا ہوگا۔ بلکہ پوری قوم کو بتانا ہوگا کہ بھٹو کی مالی حیثیت کیا ہے تاکہ بھٹو کے نام پر کوئی بدنامی نہ لگے۔

یہی سوال ممتاز سے، کھر سے، شیر پاز اور ریٹائی سے ہوگا۔ یہ احتساب کا پہلا عمل ہے۔ جس کی دعوت خود صدر ملک نے دی ہے۔ ”تم جہنم میں جاؤ۔ میں تمہیں لیند نہیں کرتا۔ تم جہنم میں جاؤ۔ میں تمہیں نہیں مانتا۔“ لیکن صدر ملک کے الفاظ میں ”نئے“ پاکستان کا تئیر میں احتساب سے کوئی شے نہ کہنے پائے گا۔ اور اس احتساب کی جہاد ہی کا آغاز صدر ملک خود کریں گے۔ ان کے کاغذوں پر بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں سب سے پہلے اپنا احتساب خود کرنا ہے۔ تاکہ ان کی ریاست کے ثبوت اور امانت کے بارے پر ہر کارکن، ہر مزدور ہر شیعہ والا اور ہر محرم و مخفی سے سر بلند کر سکے کہ عوام کے نائنڈہ راج میں جہاں کہیں بھی رہے ہر ایک کو اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے ہر آن تیار رہنا ہوگا۔

یہ احتساب گھر سے شروع ہونا چاہیے صدر ملک نے جن لوگوں کو کاروبار ملک میں مرکز یا ممبروں میں شامل کیا ہے انہیں صدر ملک کی پوری دی میں اپنے اثاثوں کی تفصیل سے طالب علموں، مزدوروں، کسانوں کو آگاہ کرنا ہوگا۔

ہم اپنی زندگی از سر نو شروع کر رہے ہیں ایک نئے اور عظیم پاکستان کے لئے یہ ایک عظیم الشان فقیہ المثال

کا مشرب کے سامنے ہے۔ مسلم لیگ نے اس کا حیا زہ اتنا بڑا لگنا ہے کہ تاریخ نے سیاست کا پانسہ ہی چٹ کر رکھا تو مزید صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سرسبز واز ہے نام ان کے بعد لگی رہناؤں نے سخت نااہلی کا ثبوت فراہم کیا۔ پیسے پور و کرسی نے ان سیاست دانوں کو چیت کیا۔ پھر جنرلوں کی بآئی اور ایوب خان کھل کر سامنے آئے۔ شروع دن سے ہی ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جانے کے لئے نہیں آئے۔ ایسا ہی ہوا۔ موصوف نے وردی اتار کر سیاست دان کا چولازیب تن کیا مردہ مسلم لیگ میں جان ڈالی اور جنرل سے وہ پاکستان مسلم لیگ کو نشن کے صدر بن گئے۔ وہ ملک کے صدر بھی تھے اور مسلم لیگ کے بھی اس جاعت کو پولیس انٹرو نے چلایا اور اس کا انجام بھی سب کے سامنے ہے۔

پیلز پارٹی کا آج تک جو ڈھانچہ رہا ہے، وہ سٹر بھٹو کی ذات تک محدود ہے یعنی پیلز پارٹی کا اول اور آخر نام ذوالفقار علی بھٹو ہے جس کی نے انتخابات میں کوئی نشست پیلز پارٹی کے ٹکٹ پر جیتی ہے اس میں متعلقہ شخصیت کا دخل صرف اتنا ہے کہ اسے سٹر بھٹو کی نامزدگی حاصل تھی۔ یہ صورت حال سٹر بھٹو کو خود گوارہ نہ ہوگی۔ ایک مضبوط پارٹی ہی انہیں کرہ ہمارے سے بڑا بنا سکتی ہے۔ لہذا پارٹی کے کارکنوں کو آگے بڑھ کر اپنے چیرمین کے مشن کو پائیدار بنائیں تاکہ پہنچا لہے اس ضمن میں ممکن ہے بعض عہدہ پرست اور خوشامدی یہ منطق پیش کریں کہ پارٹی کا عارف تبدیل ہو گیا ہے، اس کے عہدیدار اقتدار میں آکر عوام کے زیادہ قریب ہیں اور وہ بہتر خدمت انجام دے رہے ہیں اور موجودہ حالات میں جب کہ یہ عارضی انتظامات ہیں، پارٹی کو منظم کرنے کا سوال ابھی نہ اٹھایا جاتے۔ ملک کو بچانے کی بھاری ذمہ داریوں سے نمٹنے کے بعد یہ بھی ہو جائے گا ابھی اس سے بھی اہم مسائل درپیش ہیں وغیرہ وغیرہ۔

خوشامدیوں اور عارف پرستوں کی یہ منطق بالکل ایسی ہی ہوگی جیسا کہ کئی صاحب جمہوریت کی بجالی کے لئے ٹال مٹول اور بیانیوں سے کام لیتے تھے، یہ لوگ پیلز پارٹی کے نادان دوست سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ممکن ہے ان میں پارٹی کے دشمن بھی شامل ہوں۔ الفتح پیلز پارٹی کے منشور کی حمایت میں اٹھنے والی ہیں۔ پہلے آواز کی حیثیت رکھتا ہے۔ مصائب و مشکلات

روایت ہوگی۔ اور یہ روایت صدر ملک اپنی پہلی فرصت میں ذوالفقار علی بھٹو سے قائم کر دیاں گے۔ تاکہ ہر ممتاز ہر کھر ہر شیر پاز اور ہر ریٹائی کی تقلید کر سکے۔

اور اس عمل کو صدر ملک پاکستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل کریں۔ اس کی پریٹ میں بلند دست بھی آجائیں

یہ سوال سیدنا ایوب سے بھی ہوا تھا۔ سیدنا عمر سے بھی ہوا تھا۔ سیدنا عثمان سے بھی ہوا تھا۔ سیدنا علی بھی نہ بچ سکے ہماری تاریخ میں خدا احتساب کی یہ عظیم مثالیں ہیں جن کی سچائی اور صداقت کو کوئی بھی نہ جھٹلایا یا یقیناً صدر ملک کا اشارہ انہی بدوؤں کی طرف تھا جنہوں نے احتساب کی آواز پر بلا خوف و خطر ایک کبی تھی، اور

خلفائے ہمیشہ تسلیم ہم کیا

منویہ آواز درد مند دلوں کی آواز ہے، خاص کارکنوں کی ہے، صدر ملک کو کامیاب بنانے کے لئے جی جان کی بازی لگانے والوں کی ہے، ضروری کی آواز ہے کسان کی آواز ہے۔ طالب علم کی آواز ہے، بائیس سے کام کرنے والے کی آواز ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو سے واپس آنا پار کرنے والوں کی آواز ہے۔ یہ پاروں کی آواز ہے، یہ بے لوث آواز ہے، یہ بیخبر آواز ہے۔ سنو! اس آواز پر توجہ دو، شاید منافق اس آواز کو غلط رنگ دیں لیکن یہ آواز تر خوف سے بلند ہے، کیونکہ صدر ملک نے کہا ہے کہ مجھے ایک ایسی جمہوریت قائم کرنی ہے جس میں ایک عام آدمی مجھے لوگ سکے میری پکڑ اور گرفت کر سکے

اور یہ عام آدمی جی بوجھ رہا ہے کہ بد مذہبوں کے اوقات تلخ کرنے والوں کا احتساب ہر بات سے مقدم ہے۔ درس گاہوں سے ملنے نہ کنوں کی عمارت میں بیٹھنے والوں نے اپنے ملک اور بھائی اٹائے ابھی تک کیوں ظاہر نہیں کیے۔ یہ پاکستان میں کیا لائے تھے پاکستان سے انہوں نے کیا لیا۔ یہ پاکستان کا باقی صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں

حکومت کے انتظامی ڈھانچے کے مقابلے میں

ایک متوازی عوامی ڈھانچے کی ضرورت

محمود شام

ریڈیو ادریشی و ٹی وی کے مطابق پاکستان میں عوامی انقلاب آگیا ہے۔

سرمایہ داروں کے خلاف بھی ایسی ہی تحریکیں رہیں گی۔
کسان کا پیشہ ہمیشہ چڑھتے سورج کو سلام کرنا رہا ہے۔

مشرکوں کے سب سے بڑے نکتہ میں پیر علی محمد راشدی نے بھی اعتراف کر لیا کہ مٹی کی جوتی پہنتے رہے اور ہم غلط تھے۔

انقلابات زمانہ ہیں۔ بیاخارات اور جنتوں کی سیاسی مبصرین قوم کو پہلے سے کسی خبردار نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک میں تباہی کے کنارے کھڑا ہوتا ہے اور سب ٹھیک سے کانٹہ لگاتے رہتے ہیں۔ ایوانی آمریت کے دور میں یہی ہوا، یہی ٹوٹنے کے زمانے میں بھی یہی ہوا۔ الفتح کو قہر ہے کہ راشی لار اور ہر قسم کے تمسک کے باوجود ہم نے کبھی ٹوٹنے کے ہر وطن دشمن اور قوم دشمن اقدام کی ندمت کی الفتح کے وسائل فروخت تھے۔ لیکن عوام کی حمایت حاصل تھی۔ اس حق گوئی میں ہم نے کسی سیاسی پارٹی کی حمایت بھی حاصل نہیں کی، اصولوں پر اپنی بنیاد رکھی، جو کچھ جانا اسے صفر قمر اس پر منتقل کر دیا۔ پیپلز پارٹی کی اگر حمایت کی تو اس کے فتور کی شخصیتوں کی نہیں۔ اور نہ ہی اس سے بے جا توقعات وابستہ کریں۔

اب جن حالات میں پیپلز پارٹی کو اقتدار ملا ہے، ان کی سطحی کے باعث یہ اقتدار کاتھوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ پاکستان کا بڑا حصہ ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، ہماری پیشانی پر قہر کی بجائے شکست کے آثار ہیں، دلوں میں یالوسیاں ہیں، خزانہ خالی ہے، بیرون ملک ہماری موت ختم ہو چکی ہے۔ ۱۹۵۱ء کے بعد سے پاکستانی قوم کو جن اتیرے اتر حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آج

پیپلز پارٹی کو اقتدار کے ساتھ ان بھی ایک غلط کاروائی بھی ملا ہے۔ ایک ناکام نظام ہے، اور اس نظام کو سہارا دیتے والے انتہائی مسخ چہروں والے یورو کریٹ ہیں، ایک طرف شکست خوردہ قوم ہے کہ جو بے کاٹھیر ہے اور دوسری طرف اس یورو نظام کا ٹاننا بنا ہے۔ ان سب سے بقول مشرکوں کے بچنے بچنے جن کے لیک نیا پاک تان تعمیر کرتا ہے۔

۱۔ پیر نیا پاک تان جس میں گزشتہ ۲۳ برس کی غلطیوں کا انالہ بھی ہوتا ہے۔

۲۔ بدترین شکل کے سرمایہ دارانہ جال کے دارانہ نظام پر کاری صریح لگا کر اسے خلائی نظام میں بدلتا ہے۔

۳۔ بد عنوان یورو کریسی کو قومی خدمت کے لئے پڑا لیا ہے۔

۴۔ فوج جو گزشتہ تیرہ سال سے حکومت پر ناقابل اثر رہی اور سیاست میں جس کا عمل رہا۔ اس کے دماغ سے سیاست آرائی کا محبوت نکالنا ہے۔

۵۔ برسوں سے پیتے ہوئے عوام میں عورت نفس پیدا کرنا ہے۔

گزشتہ چند دنوں میں صدر بھٹو نے جو احکامات جاری کئے ہیں، ان سے بلاشبہ پوری قوم میں ایک اتحاد کی اہم دھڑکی ہے اور قوم جو ایک خوفناک سازش کے نتیجے میں رونما ہونے والی بدترین شکست کے لٹاکا صدمے سے نکالنا بھی، اس میں

خود اعتمادی کی قوت پیدا ہونی اور حوصلے بند ہونے سے مشرقی پاکستان کے لیے کے سلسلے میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن بھی قائم کر دیا گیا ہے جس کے صدر پاکستان کے چیت جسٹس مٹر جسٹس حمود الرحمن ہیں۔ ان کے ساتھ لاہور ہائی کورٹ کے چیت جسٹس مٹر جسٹس انوار الحق، سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے چیت جسٹس مٹر جسٹس طفیل علی خاں الرحمن کمیشن کے ارکان ہیں اس کمیشن کو مکمل اختیارات دیتے گئے ہیں۔ اس لئے امید ہے

کہ قوم کے سامنے وہ تمام سازشی کردار آجائیں گے جن کی وجہ سے ہمیں اس ناقابل برداشت صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کو غارت گری بھارت سے واپس لینے کے لئے بھی کوششیں تیز کرنا ہوں گی۔

مشرکوں کو ملک کے اس حصے میں جو اقتصادی تباہیاں ملا رہے ہیں اور جن بد عنوان شخصیتوں کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ اور خاص طور پر ۲۴ خانہ داروں پر جو کاری ضرب لگا رہے ہیں اس سے مشرقی پاکستان کے عوام کے دل میں بھی یقینا ایک اچھا

تاثیر پیدا ہو گا کیونکہ یہی وہ لوگ تھے، جو ان کا استعمال کرتے رہے اور جن کے اختصار کو بنیاد بنا کر مفاد پرست طبقے نے مضر سی پاکستان کے خلاف نفرت پھیلائی۔

اس وقت ہمیں پیپلز پارٹی اور خاص طور پر مٹر جسٹس کے سربراہی ہالیہ پراٹھ معلق دکھائی دیتا ہے اس بوجھ کو صبر بھٹو اپنے فنریوں اور سیکرٹریوں کے ذریعے نہیں ہٹا سکتے بلکہ اس بوجھ کو پاک تان پیپلز پارٹی کے چتر میں مٹر بھٹو اپنی پارٹی کے کارکنوں اور عوام کی مدد سے ہٹا سکتے ہیں کیونکہ ان کو سرکاری

مشینری کا جو حوصلہ مل رہا ہے یہ وہی ڈھانچہ ہے جو گزشتہ ۲۳ برس سے قائم ہے جس نے ملک کو اس کو تباہی تک پہنچایا اس ڈھانچہ نے اپنی آمریت کو مستحکم کیا۔ اس ڈھانچے کے نیچے

ٹوٹنے کو تین برس تک اس ملک کے ناموس اور عوام کی تقدیر پر سے کھینچے دیا۔ اس ڈھانچے کو بالکل ختم نہیں کیا گیا۔ مگر

ایک مضبوط عوامی ڈھانچے کے ذریعے اس کو روکا جاسکتا ہے۔

پریہ میں لگائی جاسکتی ہیں۔ اور اس کے پھینکے زمین پر لگایا جاسکتا ہے۔ یہ عوامی ڈھانچہ پیپلز پارٹی کی مضبوط تنظیم ہو سکتی ہے۔

یہ نہایت ہی خطرناک ہے کہ صدر بھٹو اپنی حکومت کو موثر اور مضبوط بنانے کے لئے پارٹی کے زیادہ سے زیادہ عناصر کو

بیوروکریسی کے پھین سے زہر نکالا جاسکتا ہے

سے فائدہ اٹھایا جائے بہت سے صحافیوں کی خدمات کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔
اس وقت حکومت چلانے کے لئے پارٹی کے عوامی ڈھانچے کا قیام از حد ضروری ہے۔ اور یہ فوری طور پر عمل میں آنا چاہیے۔

بے گھر افراد کی آباد کاری

کراچی میں بے گھر افراد کی آباد کاری ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ اور یہ مسئلہ دن بدن شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ بیرونی ملاقوں سے کراچی میں انتقال آبادی کے علاوہ ہر سال یہاں ۶۰ ہزار بچے پیدا ہوتے ہیں حکومت نے اگرچہ اس مسئلے میں کوششیں کی ہیں لیکن وہ بڑی محدود ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں اس مسئلے کے حل کے لئے کوششیں کی جائیں۔ یوں تو کراچی میں سیکٹر میں ہوسٹیاں بن گئی ہیں لیکن وہ اپنی ساخت میں بے گھر گھروں کے سبب نہ ہونے کے برابر ہیں کراچی میں آباد کاری کے مسئلے میں ایک نئے ادارے کی تشکیل اس مسئلے میں کئی اسکیمیں شروع کی ہیں جو بڑی جامع اور مفید ثابت ہوئی ہیں اس ادارے نے پلاٹ قسطوں پر دینے شروع کر دی ہیں جو اتنی کم ہیں کہ ہر شخص بڑی آسانی سے یہ قسطیں ادا کر سکتا ہے۔ اس ادارے نے انچا اسکیموں میں فوجی جہازوں کے لئے اتنی عظیم رعایت رکھی ہے جسے بڑے احترام سے دیکھا جانا چاہیے جنگ سے پہلے جن فوجیوں نے پلاٹوں کی ایک تہائی رقم دی تھی اس ادارے نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ان سے ان پلاٹوں کی خرید کوئی قیمت نہیں لی جائے گی، یہ ایک ایسی مثال ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کراچی میں ترقیات سے متعلق کام اداروں کو ہدایات جاری کرے کہ وہ ایسے عظیم ادارے سے تعاون کرے تاکہ بے گھر افراد کی آباد کاری کا کام تسلی بخش طور پر جاری رہے۔ اس لئے کہ یہ واحد ادارہ ہے جس نے صنعت اور عجب زر سے ہٹ کر اس مسئلہ کے حل کی جانب سوچا ہے۔

ہدایات اور سفارشات بھیج دی جائیں۔ اس طرح وزیریں اور سرکاری عہدیداروں کو پارٹی کے عہدیداروں کے تابع ہونا چاہیے کیونکہ حفاظت کا سرچشمہ عوام میں اور عوام سے براہ راست رابطہ پارٹی کے کارکنوں اور عہدیداروں کا ہے۔

ایک خطرناک رجحان یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض وزراء کے کرام پارٹی کے عہدیداروں کو ہدایات بھیج رہے ہیں کہ وہ مختلف مسائل پر کیا فیصلے اختیار کریں۔ یہ بالکل غلط سلسلہ ہے۔ وزراء کے کرام کو عوامی رجحانات کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں ہدایات جاری کرنے کا اختیار نہیں رہنا چاہیے۔

ایک اعلیٰ اختیار کی کمیٹی ریڈیو ٹیلی ویژن اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں کے سلسلے میں بھی قائم کی جانی چاہیے۔ اس ملک میں گذشتہ کئی برسوں سے نظام کو سہارا دینے میں سب سے نمایاں کردار نشر و اشاعت کے ذرائع نے دیا ہے۔ ان پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے اور ایسی ہیئت نے بہت سے اخبارات کو باقاعدہ خریدنا تھا۔ نیشنل پریس ٹرسٹ اس سلسلے کی کوشش ہے پبلین پارٹی نیشنل پریس ٹرسٹ کو ٹرنے کے سلسلے میں باقاعدہ وعدہ کر چکی ہے۔ اور اس کا قیام اس کے منشور کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے چنانچہ ۱۹۷۰ء کی قرارداد میں اس وقت کے وزیر اطلاعات ذرا بے زادہ بشر علی خاں کی ذاتی دلچسپی سے بے شمار عوام دوست صحافیوں کو برطرف کر دیا گیا تھا۔ یہ اس نظام کی حمایت کی پاداش میں نکالے گئے تھے، جس نظام کے قائم کرنے کا وعدہ پبلین پارٹی کرتی ہے۔ اس قرارداد کے شکار ہونے والے بہت سے صحافی اب تک بزدل ہیں۔ ان کی فوری طور پر اپنی اپنی ملازمتوں پر واپسی بہت ضروری ہے۔ یہ صحافی حق گو ہیں یہ عوام کے حقیقی مسائل سامنے لاتے ہیں کی حکومت کو بے خبر نہیں رکھتے، اس لئے ان کا اخبارات میں واپس جانا اس ملک میں صحیح نظام کے سلسلے میں انتہائی فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔

اس وقت بیرون ملک سفارت خانے۔ بہت سے مشرقی پاکستانی انصروں کے چلے جانے کے باعث بے اثر ہو گئے ہیں ان سفارت خانوں میں محب وطن، قابل اور عوام دوست افراد کا جانا ضروری ہے۔ اس وقت بے شمار اہل افراد بے روزگار ہیں، ان کی صلاحیتوں

افراد کو حکومت کے ڈھانچے میں شامل کئے جا رہے ہیں اور پارٹی کو بے ہوا چھوڑ دیا ہے، حکومت کے نظامی ڈھانچے کے مقابلے میں ایک تنہا تنہا عوامی ڈھانچہ قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ وزراء کے استخبارات میں پبلین پارٹی کی عوامی کامیابی کے قوراعیہ میں جناب جیٹو سے جو انٹرویو لیا تھا، اس میں انہوں نے کہا تھا کہ پارٹی کے جو لوگ سرکاری عہدوں پر چلے جائیں گے وہ پارٹی کے عہدوں پر نہیں رہیں گے۔ پارٹی کی تنظیم اور حکومت کی تنظیم بالکل الگ الگ رہے گی۔ پارٹی کی منزل کی کمیٹی میں بھی یہ بات طے ہو چکی ہے، اب اس کے پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ پارٹی کے سیکرٹری جنرل مٹھے لے زیم کے وزارت میں چلے جانے کے بعد اب ٹرینٹو کے لئے کوئی شخصیت ایسی نہیں رہ گئی جو پارٹی کے کارکنوں میں اتنی بااثر اور مقبول ہو معراج محمد خان کے متعلق بھی سنا جا رہا ہے کہ وہ صدر کے پیشتر مقرر کئے جائیں۔ اس طرح پارٹی بالکل ختم ہو کر رہ جائے گی۔ سرکاری عہدوں پر چلے جانے کے بعد ٹرے سے بڑے مخلص آدمی بھی مصلحت کا شکار ہو جائے ہیں۔ چاروں طرف بدعنوانیوں کا غلبہ ہوتا ہے، ان کی زندگی میں آنا ناگزیر ہوتا ہے۔

اس لئے فوری طور پر ضرورت اس امر کی ہے کہ پارٹی کے تمام عہدیداروں اور کارکنوں کا ایک ملک گیر کنونشن بلایا جائے۔ اس میں پارٹی کے نئے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ اس کے بعد پورے ملک کی بلانچوں کے انتخابات ہوں، پارٹی کی ہائی کمان نے سرے سے منتخب ہو جس میں سرکاری عہدہ رکھنے والا کوئی شخص نہ ہو، یہ ہائی کمان ہر وزارت کے مطابق پارٹی کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کرے۔ جو ان موضوعات سے متعلق امور کا جائزہ لے، متعلقہ وزیر پر اپنے سیکرٹریٹ کی بجائے پارٹی کی اس کمیٹی کی رپورٹیں اور سفارشات پر غور کرے کیونکہ اس کمیٹی کا رابطہ براہ راست عوام سے ہو گا۔ اس لئے اسے مسائل کا صحیح طریقے سے علم ہو سکتا ہے، اور اس کی پورٹی فی جانبدارانہ اور سفارشات حقائق پر مبنی ہو سکتی ہیں پارٹی کی تمام بلانچوں کو ہفتہ وار میٹنگیں کر کے اقتصادی پورٹریٹ بن کر فی چابنیں، شہری سطح پر تنظیمیں پندرہ روزہ میٹنگ منعقد کریں۔ اور صنعتی سطح پر میٹنگیں ہر مہینے منعقد ہو۔ اس کے بعد صوبائی سطح پر میٹنگیں ہر دو مہینے منعقد ہو۔ اور ہر تیسرے مہینے بین الصوبائی عہدیداروں میں مل کر رپورٹوں کا تبادلہ کریں اور بیرون ہر دو مہینے بعد متعلقہ وزارتوں کو

مسٹر معراج محمد خان سے ایک ملاقات

اسمبلی
سے
باہر
عوامی
اقتدار
کے
رکھوائے

انٹرویو: وہاب صدیقی

بھٹو صرف سوشلزم کے ذریعے ہی عوامی مشکلات حل کر سکتے ہیں



ہم زونل فیڈریشن

قائم نہیں ہونے دیں گے

لوکر شاہی کا ہے۔ پاکستان کی نوکر شاہی عوامی اقتدار میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ساتھ بابر کی شریک ہے۔ حقیقت پاکستان کے ۶۲ سالہ نوکر شاہی کے دور اقتدار سے عبارت ہیں اور نوکر شاہی ہی کو نسی، جو برطانوی لڑاکا ہمارے کی پروردہ ہے جس کی لفت میں عوام اس حقیر کپڑے کو پہنتے ہیں۔ جسے سرخانے سے پہنے ہی پھیل دینا چاہیے جس کے پاس کے خیال میں فہم ہوتی ہے۔ نہ اور ان، شعور ہنر، جہاد و دنیا کا میریت، قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی نوکر شاہی نے اپنی جڑیں مضبوط کر فی شروع کر دی تھیں۔ غلام محمد وزیر خزانہ بنائے گئے چند ہی عہد ملی مرکزی چیف میکر ٹری کے عہد سے پر ناز ہوئے۔ دونوں انڈین اکاؤنٹس سروس سے متعلق تھے۔ دونوں نے نوکر شاہی کے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ یہ غلام محمد گورنر جنرل بن گئے۔ اور جہاد ہی محمد علی وزیر خزانہ، اور ایک وقت الی بھی آیا۔ نوکر شاہی کا ایک کل پرزہ اسکندر مرزا گورنر جنرل اور بعد میں صدر پاکستان کی کرسی پر بلجام ہو گیا۔ اور جہاد ہی محمد علی وزیر اعظم بن گئے۔ گویا ان جن حکومت مکمل طور پر نوکر شاہی کی گرفت میں آگئی۔ ایوبی دور اور یحییٰ کے عہد حکومت میں بھی نوکر شاہی اس ملک کی اصل ہڈی رہی ہے۔ غلام کا خون اس طبقے کی رگ رگ میں بسی گیا ہے، یہ طبقہ ہمارے سوشلسٹ اقتصادی پروگرام میں سب سے

سے نفرت کے گی جو معراج محمد خان کہنے لگے۔ حالات واقعی بہت خراب ہیں اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے ملک کا دیوالیہ ہو چکا ہے۔ زرمبادلہ کا ذخیرہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ مغربی پاکستان خصوصاً کراچی کے تقریباً تمام غزاکار خانے یا تو بند ہیں۔ یا پھر بہت کم مالی تیار کر رہے ہیں۔ لاقعد و مزدوروں کو بھرت کر دیا گیا ہے۔ بے روزگاروں ہاری اور کسان بے دخل کر دیئے گئے ہیں۔ بے روزگاری اپنی انتہا پہنچ چکی ہے۔ معاشی اعتبار سے ملک تباہ ہو چکا ہے۔ لیکن بھے یقین ہے کہ ہماری پارٹی تمام حالات پر غور کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ہماری پارٹی کا اقتصادی پروگرام سوشلزم کے اصولوں پر مبنی ہو گا۔ سوشلزم عوام کو خوشحال اور خوش و خرم کی ضمانت دیتا ہے۔ محنت کا پورا پورا معاوضہ ملتا ہے عوام کو کل کی عمر سے نجات دلاتا ہے اس لئے مزدور کسان اور محنت کش عوام نہایت عزم و استقلال سے محنت کرتے ہیں۔ اس لئے بھے یقین ہے کہ ہماری پارٹی سوشلزم کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم تمام سیاسی اور اقتصادی دشواریوں پر قابو نہ پا سکیں صرف اور صرف سوشلزم کے اصولوں پر عمل کر کے ہی موجودہ بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

میرے دوسرے سوال کہ آپ کی پارٹی کی حکومت کو سب سے پہلے کس مسئلے کو حل کرنا چاہیے؟ اس کے جواب میں معراج نے کہا کہ سب سے سنگین اور فوری توجہ طلب مسئلہ

معراج محمد خان کا تعلق ان چند رہنماؤں میں سے ہے جنہیں محنت کش عوام اپنے طبقے سے جڑ دیتے ہیں۔ ایسے رہنما وقت کے تیز رو دھارے کے ساتھ ساتھ کڑی آزمائشوں سے گزرتے ہیں لیکن ان کے تکیائی اور شب تار کے دشمن دار و دروس کے مرحلوں سے گزرتے ہیں یہ عوام کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔ اور عوامی درس گاہ سے انقلاب عوامی انقلاب کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ معراج بانیں بازو کی سیاست میں ایک الگ سب سے علیحدہ اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کا یہ مقام عوام کا سونپنا ہوا ہے۔ اس لئے دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں انہوں نے حصہ نہیں لیا اور اعلان کیا کہ میں اسٹیبل سے باہر رہ کر احتساب کے دروازے کھلا رکھوں گا۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات کو ایک نرا ڈقرار دیا تھا آج حالات نے ان کی بات کو صحیح ثابت کر دیا۔

۲۰۔ دسمبر کو ایک نیچے کا وقت تھا جب میں انٹرویو لینے کے لئے معراج محمد خان کے گھر پہنچا وہ پنڈی جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہیں ڈھائی بجے کی پرواز سے جانا تھا۔ کہنے لگے جو کچھ لوچنا ہے جلدی لوچ لو۔ وقت بہت کم ہے۔

سوال تھا کہ آپ کی پارٹی نہایت ہی فیر مسائل میں آئندہ سامنا کر رہی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پارٹی حالات

ہمارا پہلا وار نوکر شاہی پر ہوگا



بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ اس لئے ہم سب سے پہلے اعلیٰ
جہدوں سے بدعنوان اور عوام دشمن حکام کو برطرف کریں
گے۔ یہیں عوام کے غلاموں کی ضرورت ہے حاکموں کی نہیں۔
ابوں نے کہا کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا سب سے
پہلا کام جاگیردارانہ اور زمین دارانہ سماج کو ڈھاکڑا دیں
اور کسانوں کو زمینوں کا مالک بنانا ہوگا۔ پاکستان کی ۸۰
فی صد آبادی کسانوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے جیٹنگ ہم
زرعی انقلاب پر اپنیں کریں گے اس وقت تک ملک کی اقتصادی
کو بہتر بنانا ناممکن ہے۔ ہمارا زرعی انقلاب ایرونی زرعی
اصلاحات کی طرح نہیں ہوگا حقیقی معنی میں زرعی انقلاب

ہوگا تمام بڑی زمین داریاں ختم کر دی جائیں گی کسی کے
ساتھ کوئی رعایت برقی نہیں جائے گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ
شہروں میں تمام اجارہ دار سرمایہ داریاں ختم کر دی جائیں
گی مزدوروں کے لئے ایسے قوانین اور اصول مرتب کئے جائیں
گے جس کے ذریعے ہر محنت کش کو اس کی محنت کا پورا معاوضہ
مل سکے۔ اب مزدوروں کو لیبر کورٹ کے پکر لگانے کی ضرورت
نہیں ہوگی۔ کسی بھی ملازم کو نارہندی، مزدوروں کو
برطرف کرنے، چھٹی کرنے یا پہلا وار کم کرنے کی اجازت
نہیں دی جائے گی۔ اگر کسی ملازم نے ایسی حرکت کی تو
اس کا سختی سے اعتصاب کیا جائے گا اور مل مزدوروں کے ٹرول
میں دے دیا جائے گا اس کے علاوہ مزدوروں کے لئے
عام اصلاحات کی جائیں گی۔ رائجی حکامات دیئے جائیں گے،
فنی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ اور اس کے بچوں کی تعلیم کے
ان اخراجات مل کی انتظامیہ کو ادا کرنے ہوں گے ہر مل کے لئے لازمی
ہوگا کہ وہ مزدوروں کیسے رائجی حکامات ملی ہولتوں، کھین پھینڈوں
اور سکولوں کا انتظام کرے۔ تاکہ یہ درست دولت آفریں
باقی اور مہذب زندگی بسر کر سکیں۔ معراج نے کہا کہ تعلیم
دنیا میں بھی سوشلزم کی بنیاد پر انقلابی اصلاحات کی
جائیں گی۔ روزگار کی ضمانت دی جائے گی تاکہ نانہ اٹھیں
طبعی دیگر یاں لئے در بدر کا ٹوکریں کھاتے نہ بھریں۔



سیر سانک ۲۰ سی

سے نیست و نابود ہوجاتی ہیں

ORIENT 1026/5906

دشمن کے خلاف جدوجہد کریں گے اور اپنے اتحاد کو مضبوط
سے مضبوط تر بنائیں گے۔ دونوں بازوؤں کے مظلوم اور
محنت کش عوام کا اتحادی پاکستان کو متحدہ اور قائم کر
سکتا ہے۔

معراج محمد خان نے اس سوال کے جواب میں کہ مغربی پاکستان
کے چاروں صوبوں میں ہم آہنگی اور عدم توازن دور کرنے کے لئے
کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ کہا کہ چاروں صوبوں کو مکمل
سیاسی اور اقتصادی خود مختاری دینی ہوگی۔ صوبائی اتصال
کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہر صوبے کے عوام اپنے لئے
پیلا دار اور وسائل دولت کے مالک ہوں گے۔ مشرقی پاکستان
کے ایسے نے یہ سبق دیا ہے کہ اگر صوبائی خود مختاری نہ دی
جائے۔ صوبائی اتصال کو روکا نہ جائے۔ تو مصیبت پرستوں
کو علاقائی اور صوبائی تعصب کی آگ بھڑکانے کا موقع ملتا ہے
اور علیحدگی پسندی کی تحریک زور پاتی ہے۔ اس کے بجائے
اگر صوبوں کو مکمل خود مختاری دے دی جائے تو صوبائی
نفرت اور تعصب کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی بلکہ بقائے
جدوجہد تیز ہوتی ہے۔ مختلف مظلوم قومیتوں کا اتحاد
ہو سکتا ہے اور وہ متحد ہو کر اندرونی اور بیرونی دشمن کے
خلاف جدوجہد کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بعض حلقے
مغربی پاکستان میں نازوں فیڈریشن کے قیام کی تجویز پیش کر
رہے ہیں۔ یہ انہیں خبردار کرنا چاہتا ہوں عوام نے دن
یونٹ کو بھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ نوکر شاہی نے برطانویات ان پر
مسلط کیا۔ لیکن آخر کار دن یونٹ ختم کرنا پڑا۔ اسی طرح
عوام نے دن فیڈریشن کو بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ وہ صوبائی
خود مختاری چاہتے ہیں۔ اگر نوز فیڈریشن کو ان کے سر پر مسلط
کیا گیا تو صوبائی نفرت اور تعصب کو مزید بڑھائے گی۔ اور
علحدگی کی تحریک بھی چل سکتی ہے۔

انہوں نے کہا میں انتخابات کا قائل نہیں۔ جدوجہد
پر یقین رکھتا ہوں۔ انتخابات بورڈز اور کامروائز میں
ہو چکے۔ کارل مارکس نے بورڈز اور جمہوریت کے گہوارے بڑھانے
کے انتخابات کے بارے میں کہا تھا کہ برطانوی انتخابات

تمام اجارہ داریاں ختم کر دی جائیں گی

میں غلام کو صرف یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ کے غلام کے لئے کسی پارٹی کو منتخب کر لیں۔ ۱۹۶۰ء میں انتخابی مہم کے دوران ہر تقریر میں کہا کہ انتخابات سائل کا حل نہیں مسئلہ صرف جدوجہد سے حل ہوتے ہیں دسمبر ۱۹۶۰ء کے عام انتخابات میں پارٹی نے مجھے کراچی کے حلقہ نمبر ۵ سے ترقی اکملی کا امیدوار بننے پر از حد زور دیا لیکن میں نے صاف صاف انکار کر دیا۔ اور مارچ ۱۹۶۱ء میں حالات نے ثابت کر دیا کہ میری بات صحیح تھی معارض نے کہا کہ ہر حکومتی پارٹی کی بقا ترقی اور عوامی مقبولیت کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ اس کا کوئی رکن اہم رکن حکومت اور اسمبلی سے باہر رہے۔ غلام سے تعلق برقرار رکھے۔ عوامی ملک کا جائزہ لے۔ اور غلام کے انداز فکر سے باخبر رہے۔ تاکہ کثرت اور اپنی پارٹی کے ارکان اسمبلی کو عوامی مسائل سے آگاہ کرتا رہے۔ میں اسمبلی سے باہر رہنے ہوئے اپنی پارٹی کو عوامی مسائل سے باخبر کرتا رہوں گا۔ اور حکومت کی غلط پالیسیوں پر کثرت چینی کروں گا تاکہ حکومت ایک صحیح اور صحت مند تنقید کی بنیاد پر غلام کے جائز مسائل کو سمجھ اور حل کر سکے اس طرح میں اور میرے کارکن پارٹی کا اعتبار کر سکیں گے اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ ہمارا تعلق اور رابطہ عوام سے برقرار رہے گا۔ جہاں ہیں ان کے مسائل سے آگاہی ہوگی وہاں ہم اپنی پارٹی کی پالیسیوں کی وضاحت بھی کر سکیں گے۔

ایک سوال کے جواب میں کہ کیا آپ ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں آئندہ فوج کی بجائے یا اس کے ساتھ ساتھ عوامی فوج قائم کی جائے؟ معارض نے بتایا کہ پاکستان ایک بوڑھا ریاست ہے اس کی فوج اتھالی طبقوں کی محافظ ہے۔ سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور زمینداروں نے اس کے جرنیلوں سے عوام دشمن گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ جب کوئی عوامی تحریک چلتی ہے یا مزدور ملی پر اور کسان کھیتوں پر قبضہ کرتے ہیں تو فوج حکمران طبقے کے ذریعہ اور زمینداروں کی مدد کرتا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے غلام اس سے خوف زدہ رہے ہیں۔ لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ پاک افواج کے تمام سپاہی محب وطن اور غلام دوست ہیں وہ مزدوروں اور کسانوں کے بیٹے ہیں وہ بھی اتھالی کا شکار ہیں۔ لیکن اپنے جرنیلوں کی وجہ سے یہ مجبور ہیں ہماری پارٹی جرنیلوں کی تحویلوں اور لائوس میں کمی اور

عام سپاہیوں کی تحویلوں میں اضافہ کرے گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ عوامی فوج کے قیام کا زبردست حامی ہوں چیرمین ماؤنٹے تنگ نے کہا ہے اگر غلام ان کے پاس ان کی اپنی فوج نہیں تو غلام ان کے پاس کچھ نہیں عوامی فوج جب غلام کے سامنے آتی ہے تو وہ اسے اپنا محافظ سمجھتے ہیں اور اتھالی طبقے اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔ یہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے برسرِ پیکار رہتی ہے۔ اور نامہ امن میں کارخانوں، کھیتوں اور سکولوں میں لگم لگتی ہے اس لئے یہ غلام پر بوج نہیں ہوتی۔ یہ صرف اپنے اخراجات خود پورا کرتی ہے بلکہ اپنی فاضل آمدنی حکومت کو دیتی ہے معرق پاکستان میں پسپائی کے بعد عوامی فوج کا قیام اور ضروری ہوگی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ آئندہ فوج کی شکست کے بعد غلام لڑے اور اپنا وطن آزاد کر لیا۔ نازی جرمنی نے فرانس کو زبردست شکست بخش دی۔ فوج جھاگ گئی۔ لیکن فرانس کے مزدور کسان اور غلام جرمنی کے خلاف لڑے اور ایک دن بھی اسے چین نہیں لینے دیا اور آخر کار فوج اور کامزائی نے فرانسیسی غلام کے قدم چومے۔ میرے خیال میں پاکستان میں آئندہ فوج کے ساتھ ساتھ عوامی فوج بھی قائم کی جائے۔ اور آہستہ آہستہ آئندہ فوج کو ختم کر دیا

جائے تاکہ ہمارا بوجھ کا ترقی مدد فوج پر فوج ہوتا ہے دوسرے اقتصادی منصوبوں پر خرچ کیا جاسکے۔ آخری سوال یہ تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام سے لے کر ایک ملک کا اپنی پارٹی کے طریق کار اور سیاست کے بارے میں کیا تجربہ ہے پارٹی میں جو مختلف تضادات ہیں ان کی موجودگی میں کیا آپ کی کوششیں ایک سمت کی طرف ہو سکیں گی؟ معارض نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے تفصیلی جواب پھر کبھی دوں گا۔ اس وقت صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر ترقی پسند پارٹی کے اندر صحیح اور غلط خیالات کی کش مکش جاری رہتی ہے۔ وہ تمام خیالات اور نظریات جو غلام کی ترقی اور خوشحالی کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں انھیں پارٹی کے اندر ہٹے ہوئے۔ غلام کے رابطے سے دور کیا جاسکتا ہے۔ ہر پارٹی میں غلط اور صحیح نظریات ہوتے ہیں صحیح نظریات آسمان سے نہیں آتے۔ بلکہ غلط نظریات اور تجربے کی روشنی میں پرانے چڑھتے ہیں۔ تجربات کی روشنی اور عوامی رابطے کے ذریعے غلط نظریات کو مٹا دیا جاتا ہے۔ ورنہ غلام کو بغاوت کا حق حاصل ہے کیونکہ طاقت کا سرچشمہ صرف اور صرف غلام ہیں۔

حکیم الہیہ

تیسرا ایڈیشن چھپ چکا ہے

غیر مجلد — ۲ روپے — مجلد چرمی — ۴ روپے

ہوٹک اسٹال پر موجود ہے

ایجنٹ حضرات اور تارین کرام نوٹ کر لیں

جوزل میجر ہفت روزہ الفتح - کراچی

۲۲۔ خان دان — کون کیا ہے؟

مرکزی حکومت نے مشہور ۲۲ خاندانوں کے تمام افراد کے پاسپورٹ ضبط کر دیئے ہیں۔ اور ان تمام سرمایہ داروں کو حکم دیا ہے۔ جو اپنا سرمایہ باہر کے ممالک میں منتقل کر چکے ہیں۔ وہ فوراً اپنا سرمایہ ملک میں لے آئیں۔ اس خبر کے بعد ۲۲ خاندانوں کے سلسلے میں چھ میٹنگیں ہو رہی ہیں۔ انٹیلیجنٹ نے اپنے ذرائع سے ۲۲ خاندانوں کے بارے میں مکمل تفصیلات شائع کی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنے سالانہ میں اس سلسلے کا تعارف شائع کیا تھا۔ وہ تعارف ہم دوبارہ بازگشت کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الفتح رپورٹ

راہ چلتے، اگر کسی غیر سیاسی عام آدمی سے سوال کیا جائے، ہمارے ملک میں معاشی بحران کیوں ہے؟ تو وہ اس کا سبب بھلا اور صاف جواب دے گا۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی وجہ سے۔ ملک کے ۲۲ خاندان دیر دار ہیں۔ پاکستان کی ساری دولت دبا کر بیٹھ گئے ہیں۔

یہاں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے، اس ملک میں بڑھتے ہوئے سیاسی اور سماجی مساکی کی وجہ سے عوامی سطح پر ایک شدید رد عمل کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ ارتکاز دولت اور ۲۲ خاندانوں میں دس فیصد دار کا چلا جانے پر عوام کی تعداد میں اختلاف برپا ہے، مگر اصل مسئلہ یہ نہیں ہے، اگر ۲۲ خاندان بوسے تو کیا آخر ۲۰ بھی تو ۲۲ ہی کا حصہ ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ملک کی اہم ذرائع پیداوار اسی سرمایہ دار طبقہ کے قبضے میں ہے۔

کراچی اسٹاک ایکسچینج کے مطابق بڑے بڑے ادارے کے ادارے پورے ملک کی معیشت پر کنٹرول کرتے ہیں۔ ان کے کوائف سے آگاہی کے دو طریقے ہیں ان کی مندرجہ کمپنیوں میں گئے ہوئے سرمایہ کارانہ

کیا جانے، دوم ان کی موجودہ خاندانوں کی قدر و قیمت دیکھی جائے۔ کراچی اسٹاک ایکسچینج میں ان کی مندرجہ شدہ کمپنیوں کی سرمایہ کاری کے مطابق پاکستان کے حسب ذیل کاروباری گروپ بالترتیب مقام حاصل کئے ہوئے ہیں۔

۲۲۔ بڑے سرمایہ دار گروپ

مندرجہ کمپنیاں

۱۔ داود	۴ — ۱۹
۲۔ سبگل	۳ — ۱۶
۳۔ آدم جی	۵ — ۱۵
۴۔ حبیب	۵ — ۱۰
۵۔ کریمینٹ	۲ — ۹
۶۔ ولیکا	۴ — ۹
۷۔ آمین	۴ — ۹
۸۔ بادانی	۶ — ۷
۹۔ کالونی نصیرا	۲ — ۷
۱۰۔ بیکو	۱ — ۵
۱۱۔ فینسی	۵ — ۵
۱۲۔ مولائش	۵ — ۵
۱۳۔ حسین	۲ — ۴
۱۴۔ کالونی فاروقی	۳ — ۳

۱۵۔ سخی منتر	۷ — ۳
۱۶۔ وزیر علی	۲ — ۳
۱۷۔ نقاش	۳ — ۳
۱۸۔ گندھارا	۳ — ۳
۱۹۔ اصنافی	۷ — ۳
۲۰۔ عظیم الحسن	۷ — ۲
۲۱۔ فتح	۲ — ۲
۲۲۔ دادا	۱ — ۲

کراچی اسٹاک ایکسچینج میں جتنی کمپنیوں کے نام درج ہیں۔ ان کے مجموعی سرمایہ میں ۴۲ فیصد سرمایہ انہی ۲۲ خاندانوں کا ہے جو ان کی کمپنیوں میں لگا ہوا ہے۔ ان کے گئے ہوئے سرمایہ کے اعداد و شمار کو ان کی موجودہ خاندانوں میں شامل کر دیا جائے تو پاکستان کی معیشت پر ان کے قبضے کی داستان اور بھی گہرا تر ہو جاتی ہے۔

داؤد

پاکستان میں داؤد کاری مقام ہے جو ہی رشتہ اٹا کا ہے۔ ان کی سات کمپنیاں کراچی اسٹاک ایکسچینج میں مندرج ہیں جہاں میں لگایا ہوا۔ سرمایہ ۹ کروڑ تیار کیا ہے۔ ان کا ایک دوسرا منصوبہ داؤد ہر کر لیں کیا دی پر جمیٹ، ابھی شروع نہیں ہوا۔ اس منصوبے کا کل سرمایہ ۳۰ کروڑ تیار کیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے شروع ہونے کے بعد

داؤد — ہمارا ٹاٹا ، سہگل ، ہمارا پرلا

داؤد کا کوئی ثانی نہ ہوگا تقسیم سے قبل بیٹی میں یہ خاندان سوت کا معمولی ڈیر تھا۔

اب اس خاندان کی حسب ذیل کمپنیاں چلتی ہیں

- ۱۔ داؤد کاٹن ملز
- ۲۔ بری والا ٹیکسٹائل ملز
- ۳۔ کرناٹلی پیپر ملز
- ۴۔ سنٹرل انشورنس کمپنی
- ۵۔ لائسنس آؤٹ ملز
- ۶۔ کرناٹلی ریان ملز
- ۷۔ داؤد پیرویلیم

سہگل

سہگل کو اگر پاکستان کا براہ کھاجانے تو غلط دہوگا۔ دوسرے نمبر کے بڑے سیٹھ ہیں۔ تقسیم سے پہلے ملک میں اہل خاندان کے پاس ربر کا ایک چھوٹا سا کارخانہ تھا جنگ کے دوران، داؤد خاندان کی طرح اس خاندان نے بھی دولت جمع کی۔ ۱۹۶۰ میں سرمایہ دار طبقہ میں اس کی تیسری پوزیشن تھی ۱۹۶۵ میں اس نے پہلا مقام حاصل کیا۔ اور ۱۹۶۹ میں دوسری پوزیشن پر آگیا۔

پاکستان میں اس خاندان کی تین کمپنیاں ہیں جن میں لگایا ہوا سرمایہ ۴۴ کروڑ ہے۔

- ۱۔ کوہ نور انڈسٹریز
- ۲۔ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ
- ۳۔ کوہ لائریان لمیٹڈ

آدم جی

پاکستان کے بڑے ناظر طبقہ کی چودہواں نمبر آدم جی کا تیسرا مقام ہے داؤد اور سہگل کے بعد ۱۱۹۵۵ میں آدم جی پہلے نمبر پر تھے مگر ۱۹۶۵ میں سہگل نے ان کی چودہواں نمبر کا خاتمہ کر کے وہ مقام خود حاصل کر لیا۔ ۱۹۶۹ میں داؤد خاندان سہگل اور آدم جی سے بازی لے گیا۔ آدم جی برائیں کاروبار کرتے تھے، جنگ دوم سے پہلے ان کا کاروبار برائے کلکتہ منتقل ہو گیا کیونکہ چھوٹا سا برائے ان کی کاروباری مہلکان کی درست سے تنگ تھا جنگ کے دوران خاندان نے جوٹ کی تجارت سے خوب دولت کمائی ہے۔

پاکستان میں اس خاندان کے پاس مندرجہ ذیل

کمپنیاں ہیں۔

- ۱۔ مسلم کرش بینک لمیٹڈ
- ۲۔ آدم جی جوٹ ملز
- ۳۔ آدم جی انڈسٹریز لمیٹڈ
- ۴۔ آدم جی انشورنس کمپنی لمیٹڈ
- ۵۔ آدم جی شوگر ملز لمیٹڈ

اللہ دے، بندہ لے، یہ خاندان اس پر صدق دل سے عمل کرتا ہے۔

حبیب

بڑے سرمایہ داروں کی دلیں میں حبیب کی پوزیشن چوتھی ہے۔ تقسیم سے پہلے حبیب خاندان لمبی میں سونے کا تاجر تھا۔ جنگ کا کاروبار شروع کرنے کے بعد حبیب خاندان نے اپنا موروثی پیشہ جاری رکھا لیکن جنگ کا کاروبار اس خاندان کو اتنا لاس آیا کہ موروثی پیشہ کوڑک کرنا پڑا۔

تقسیم کے بعد یہ خاندان اپنا تھوڑا سا سرمایہ کر پاکستان چلا آیا۔ اب اس کے پاس ۵ بڑی کمپنیاں ہیں

- ۱۔ حبیب بینک لمیٹڈ
- ۲۔ حبیب انشورنس کمپنی
- ۳۔ حیدری کنسٹرکشن
- ۴۔ حبیب شوگر
- ۵۔ علی اصغر ٹیکسٹائل ملز

کرلیٹ

کرلیٹ کی پانچویں پوزیشن ہے۔ ۱۹۶۵ میں یہ چوتھے نمبر پر آگیا تھا تقسیم سے پہلے کرلیٹ خاندان بھارت میں چوڑے کاہت معمولی کاروبار کرتا تھا۔ یہ خاندان جب پاکستان میں آیا تو اس کے پاس چند ہزار یا زیادہ سے زیادہ چند لاکھ روپے کاہت خیر سار سرمایہ تھا۔ اب اس خاندان کی صرف چار کمپنیوں میں جاری سرمایہ ۹ کروڑ روپے ہیں۔

- ۱۔ پرنسپل انشورنس
- ۲۔ کرلیٹ ٹیکسٹائل ملز
- ۳۔ کرلیٹ شوگر
- ۴۔ کرلیٹ جوٹ

۱۹۵۵ میں اس کا خاندان کا کسی کمپنی میں سرمایہ نہیں لگتا۔

۱۹۶۰ میں

ایک کروڑ روپیہ

۱۹۶۵ میں

۸ کروڑ روپیہ

۱۹۶۹ میں

۹ کروڑ روپیہ

کرلیٹ کی اس ترقی کو اسی کی فیکٹری یا کمپنی میں کام کرنے والے مزدور یا ملکر کی ترقی سے ہرگز نہ ملے، مایوسی ہوگی۔

ولیکا

داؤد سہگل، آدم جی اور حبیب کے مقابلہ میں ولیکا کم حیثیت ہے آزادی سے قبل ولیکا خاندان بیٹی کے اطراف میں پولیس کی ملازمت دکانداری اور چھوٹے موٹے کاروبار پر مبنی رہتا تھا۔ پاکستان میں آنے کے بعد اس خاندان نے اپنا مختصر سا سرمایہ کاروبار میں لگا دیا، کچھ حبیب بینک والوں نے مدد کی۔ بس پھر کیا تھا یہیں برسا اور چھپرہ بھاڑ کر برسا۔

اب اس خاندان کے پاس یہ کمپنیاں اور ملز ہیں

- ۱۔ ولیکا ٹیکسٹائل ملز
- ۲۔ ولیکا ڈون
- ۳۔ ولیکا آرٹ فیبرکس
- ۴۔ محمدی اسٹیم شپ
- ۵۔ ولیکا کمینٹ
- ۶۔ ولیکا کیملز
- ۷۔ یونائیٹڈ انشورنس

آمین

کرلیٹ اوریکا اور آمین کے درمیان بہت تھوڑا سا فرق ہے تقسیم سے پہلے یہ خاندان کلکتہ میں چھپرے کا معمولی کاروبار کرتا تھا۔ اس گروپ کی اہم شخصیت اے حلیل۔ آمین کاروبار قائم کرنے والے کے بیٹے ہیں، تقسیم کے بعد یہ خاندان مشرقی پاکستان چلا گیا اور وہاں جوٹ کا کاروبار شروع کر دیا۔ اس خاندان نے سب سے پہلے پاک جوٹ، بیلز اور آمین جوٹ ملز کا کاروبار شروع کیا۔ ابتدا میں انہیں کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی مگر ۱۹۵۵ میں اس خاندان نے صنعتی میدان میں فروغ حاصل کرنا شروع کیا ۱۹۵۵ میں اس کی پوزیشن پانچویں تھی، پھر ۱۹۶۹ میں یہ لوٹا خاندان تھا۔ ۱۹۶۹ میں ساتویں نمبر پر آگیا۔

- ۱۔ پاک جوٹ بیلز

”قلم مزدوروں کے استحصال کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک خاندان نے اخبار نکالا

- ۲ امین جوت ملز
- ۳ مین ٹیکسٹائل ملز
- ۴ پاکستان ٹیکسٹائل
- ۵ ایکو کولڈ اسٹوریج
- ۶ نیشنل ریفائنری
- ۷ امین فیکٹری
- (۸) بادانی -

(۱۰) بیکنو

اجارہ دار سرمایہ دار گروپ میں اس کا مقام دسواں اور پنجاب کے سب گروپوں میں اسی کی پوزیشن پانچویں ہے۔ ۱۹۵۵ء میں یہ خاندان آٹھویں نمبر پر تھا۔

بشار انجینئرنگ کمپنی، اسی خاندان کے پاس ہے

(۱۱) فینسی

فینسی گروپ پاکستان کی صنعتی ڈوڑ میں دیر سے شامل ہوا۔ پھر بھی اس کا مقام گیارہواں ہے۔ اگر اس کے جاری شدہ سرمایہ اور جائیدادوں کو شامل کر لیا جائے تو بڑے سرمایہ داروں میں اس کی پوزیشن چوتھی ہوگی۔

اس خاندان کے پاس ان دونوں کمپنیاں ہیں

(۱) نیو جی انٹرنیشنل کمپنی

(۲) کراچی گیس کمپنی

(۳) اسٹیل کارپوریشن آف پاکستان

(۴) کامرس بینک لمیٹڈ

(۵) پاک کورم مائنر

یہ خاندان بڑی تیزی سے مختلف اداروں پر

چھا رہا ہے۔ پاکستان ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن پر انہوں نے بغیر کسی پیسے کے قبضہ کر لیا ہے۔ اپنی ایڈورٹائزنگ فرم ہے۔ اینٹائیٹلک۔ اسماعیل ہونے کے باوجود تمام اسماعیلی کمپنیوں کے اشتہارات اپنی کمپنی میں بے جا رہے ہیں۔ اس صنعت پر بھی اجارہ داری قائم کر رہے ہیں۔

(۱۲) مولا بخش

اس خاندان کا نمبر بارہواں ہے۔ پنجاب کے اصرہرتے ہوئے سرمایہ دار گروپ میں اس کا پچھٹا نمبر ہے کراچی اسٹاک ایکسچینج میں اس گروپ کی پہلی کمپنی کا نام ۱۹۶۵ء میں درج کیا گیا۔ اس گروپ نے یونائیٹڈ جوت میں ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے اپنا کاروبار شروع کیا۔ اب اس کے پاس۔

(۱) یونائیٹڈ جوت

(۱۲) میگنا جوت

(۱۳) چاند پور جوت

(۱۴) بخش ٹیکسٹائل

(۱۵) الوار ٹیکسٹائل ہیں۔

(۱۳) حسین

شروع میں یہ گروپ ٹیکسٹائل انڈسٹری میں دلچسپی لیتا تھا۔ چند سالوں کے بعد پٹیا گانگ میں اسٹیل جیوب پلانٹ، تعمیر کیا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں اس گروپ نے ایک شوگر مل بھی قائم کر لی۔ اس گروپ کے پاس یہ کمپنیاں ہیں۔

(۱) حسین انڈسٹریز لمیٹڈ

(۲) حسین شوگر ملز

(۱۴) کالونی (فاروق)

اس گروپ کا مقام چودھواں ہے۔ پنجاب کے سرمایہ دار گروپ میں ساتویں نمبر ہے۔ اس کے پاس اسٹریٹائٹنگ، پاکستان ہیمنٹ انڈسٹری اور کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز ہے۔

(۱۵) حتی سنز

۲۲ بڑے سرمایہ دار طبقہ میں پندرھویں نمبر پر آنے والے حتی سنز گروپ کی جمع دولت کا اندازہ ”پچھاپ“ کے سرمایہ سے لگانا مشکل ہے۔ اس گروپ کے پاس حتی سنز شوگر ملز، میک ٹرکس ہے۔ حتی سنز ٹیل ملز کا مندرجہ زیر غور ہے۔ ۲۲ خاندانوں کی لمبی دوڑیں ابھی یہ گروپ پیچھے ہے۔

(۱۶) وزیر علی

وزیر علی — سرمایہ دار گروپ میں سولہویں نمبر پر ہیں۔ اور پنجاب کے اصرہرتے ہوئے سرمایہ دار طبقہ میں آٹھویں پوزیشن رکھتے ہیں۔ اس کے پاس وزیر علی انڈسٹریز اور میک ٹرکس لمیٹڈ ہے۔ یہ گروپ شروع سے پرائیویٹ کمپنیوں میں دلچسپی لیتا رہا۔

باقی صفحہ ۳ پر ملاحظہ فرمائیں

۲۲ خاندان میں باوانی آٹھویں نمبر پر ہے تقسیم سے پہلے یہ خاندان برہان پور کے کالارو باکر تھا۔ پاکستان میں بھی اسی صنعت کے سب سے آہستہ آہستہ آگے ٹرے رہا ہے۔ ۱۹۴۹ء میں باوانی دین کاٹن ٹیکسٹائل ملز، اس خاندان کا پہلا صنعتی کارنامہ ہے۔ اس کے بعد نو کارناموں کے ڈھیر لگ گئے۔

کراچی اسٹاک ایکسچینج میں درج شدہ کمپنیوں کے مطابق اسی خاندان کی حسب ذیل کمپنیاں ہیں۔

(۱) باوانی دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

(۲) لطیف باوانی جوت ملز

(۳) احمد باوانی ٹیکسٹائل لمیٹڈ

(۴) باوانی شوگر ملز لمیٹڈ

(۵) آرہ آر ٹیکسٹائل لمیٹڈ

(۶) آرہ آر جوت

اسلام پسند ہیں۔ مسلم انٹرنیشنل ان کارپوریشن ہے۔

(۹) کالونی

(نمبر)

چند سال قبل کاروباری طبقے میں کالونی ایک طاقتور گروپ تھا۔ لیکن خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے اس گروپ کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور تین مختلف گروپوں میں بٹ گیا۔

اس خاندان کے پاس مندرجہ ذیل کمپنیاں ہیں

(۱) کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

(۲) اسماعیل سینٹ لمیٹڈ

(۳) نیشنل بیکورن انٹرنیشنل

(۴) ملتان ایکٹرک

یہ گروپ کاروباری معاملات میں بے حد

اسمارٹ ہے۔

دیئر میجسٹیز

عہدِ رفتہ کے یہ مخوس غبارِ پادشاہانِ جہاں
قہرِ برجانِ جہاں
ہزنک کی طرح سے یہ چپکے ہوئے اب بھی کچھ لوگوں سے
اب بھی کچھ قوموں سے
چوستے رہتے ہیں دن رات لہوِ ناتوانوں کا لہو
نیم جانوں کا لہو
بیچتے ہیں یہ جب ممکن ہو
مستز و ناموسِ وطن
جھانک کر دیکھو جوان کے کرتوت
آنکھ رہ جاتے گی دنگ
پر وہ یوں ان پہ جوچے آدیناں
مصلحت کی ہے نقاب
جیسے کچھ لفظ نہیں کہہ سکتے
شعر یا مصرع میں
بندشِ نغمہ میں
یہ اُسی وضع کے ہیں لفظ مگر
پھر بھی باندھے دستار
ہاں مگر جان گتے ہیں اب لوگ
ان کے کیسوں کے رموز
ان کے سب طول و عروض

ہے یہی وجہ کہ اب ان کے بھی ایوانوں میں
ان کے اسرار میں ڈوبے ہوئے تہ خانوں میں
ان کے محلوں کے صنم خانوں میں، درباروں میں
مکر کے سانچوں سے نکل ہوئی دستیاروں میں
حق انساں کے تقاضوں کے ہیں تا قوس بند
فکر انساں کے نئے عزم کے فانوس بلند
ان کی بنگاہِ طلا میں ہیں شکافت آئے ہوئے
تیغِ در دستِ جواں سال گدافت آئے ہوئے
دمِ بخود ہر بلب ان کا ودا استحال
دیکھ کر اپنی طرف بڑھتی ہوئی شامِ زوال
کارواں جا بھی چکا نقشِ کھنڈِ پاکیا ہے
روزِ در روز کے رہنے کے علاوہ کیا ہے
وقت کے سیل میں جو نقش ہو بہہ جاتا ہے
کبھی رہ جاتے تو تاریخ میں رہ جاتا ہے



ضیاء سرحدی

اس جگہ پیدا ہونے کے جرم میں ہر باشندہ خوانین کا غلام ہے

اباسین

گوکند کے ایک بوڑھے کسان سے اس کے نادان پوتے نے بڑے اشتیاق سے پوچھا،
”بابا، کیا جنت، ہمارے گوکند سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی۔؟“

بوڑھے دیہاتی نے جھٹاکر جواب دیا۔
”کیا تم اسنے بھی گوکند کے برابر سمجھتے ہو؟“
گوکند کے حسن و جمال کے بارے میں یہ لفظ ایک ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے، گوکند کے بے خانان کسان اپنی تمام محرمیوں کے باوجود دنیا کے کسی بھی جمالیاتی معیار کو گوکند کے مقابلے میں پہنچ سمجھتے ہیں۔ لوگ کثیر کو جنت نظیر کہتے ہیں اور اپنے جمالیاتی ذوق کی داد دیتے ہیں مگر اس خطے کے لوگوں کو گوکند کے حسن کی تعریف کے لئے مثیلاً بھی جنت کا نام گوارہ نہیں۔ گوکند کے زندہ دلوں کا کہنا ہے کہ جنت اگر گوکند جی نہ ہو تو زمانہ آئے گا

خیر سب دو بڑن کے شمال کی طرف کئی چھوٹے بڑے درے ہیں ان دروں میں تقریباً ۱۲ گاؤں آباد ہیں۔ گوکند ان ہی میں سے ایک ہے، یوں تو یہ بھی درے اپنے حسن کا جواب نہیں دیتے مگر گوکند کا تو جواب ہی نہیں، اس وادی کا اپنا ہی مزاج ہے نہ اس کے موسم اودوں جیسے نہ اس کے زمین و آسمان دوسروں جیسے اگر شہر و امن و دل کی کشادگی کا اپنا سبب والی بات ہے۔ مگر تمہیں کے لئے یہ صریح بھی اپنی قابلیت کے اعتبار سے گھنیا لگتا ہے۔ اس کے حسن اور اس کے عیسویوں کی انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ یہ گرمی میں تو سرد رہتا ہے مگر سردیوں میں گرم ہو جاتا ہے۔ میری معلومات کی حد تک شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی زمین ہو جو اپنے پیادوں پر اتنی ہریان ہو کہ گرمیوں کی رحمت سے بھی بچائی ہو اور سردیوں کی اذیت سے بھی محفوظ رکھی ہو، اس کے پہاڑ اور اس کے سبز و زاروں کی تفصیلات بیان کی جائیں تو اصل روادا کے لئے شاید بہت کم جگہ رہ جائی

یہ ایک بڑا عظیم المیہ ہے کہ صوبہ سرحد کا دورہ کرتے والے سیاح جب گوکند اور دوسرے خوبصورت مقامات کی سیاحت کے لئے یہاں آئے ہیں تو ان کی آنکھیں ان وادیوں کے فطری حسن و جمال سے اس قدر خیرہ ہو جاتی ہیں کہ انہیں ان وادیوں کے دکھوں کو دیکھتے اور محسوس کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اس لیے توفیقی میں ان کا کوئی تصور بھی نہیں، آخر کسی کو کیا پڑی ہے کہ دور دراز کا سفر کر کے ان وادیوں میں آئے اور آ کر ان وادیوں کے دل ٹوٹا پھرے، زخم تلاش کرتا پھرے اور آہوں کے پیچھے پھینکا پھرے، ہر آنے والا اپنی خوشی کی ہوتی رقم کا بہتر سے بہتر حاصل چاہتا ہے۔ وہ مشطروں کی تلاش میں رہتا ہے، جہاں کہیں اسے فطرت کا برہنہ نہ نظر آئے۔ وہ کیرے کو آنکھوں سے لگا لیتا ہے، تنگی انسانیت تو کراچی کے کلیوں میں بھی دھجی جاسکتی ہے اور بڑے اچھے انداز سے دھجی جاسکتی ہے پھر کسی کو کیا پڑی کہ بڑے شہروں میں ٹیکے پر لٹنے والی چیز کو دور دراز وادیوں میں تلاش کرتے پھرے۔

میں سب دو بڑن کے شمال کی طرف مختلف دروں میں آباد جن گاؤں کا اوپر ذکر کیا ان میں لینے والے انسانوں کی تعداد ۲۵،۳۰۰ سے زیادہ نہیں، یہ لوگ متنہل دنیا کے تکلفات سے بے نیاز ہو کر اپنے ہی طرز پر جی رہے ہیں۔ اس نشست میں صرف گوکند کی وادی کا ذکر کرنا مقصود ہے، باقی وادیوں کا ذکر بھی اسی ایک روادا میں پوشیدہ ہے۔

گوکند اپنے تمام حسن اور اپنے تمام حسین باشندوں سمیت وادی کے صرف دو خوانین خاندانوں کے رحم و کرم پر آباد ہیں یہی دو خاندان اس وادی کا مقدر اور اس کے بڑا و سفید کے مالک ہیں، اس وادی کی زمین اس کا آسمان اور اس کے پہاڑ بھی ان ہی دو خاندانوں کا ہے، اور وہ تمام انسان جو اس وادی میں رہتے ہیں، اس جرم میں خوانین کے زیرید و غلام کہلاتے ہیں کہ وہ گوکند میں پیدا ہوئے ہیں۔

اس وادی میں جو جاگیر دارانہ نظام رائج ہے وہ جاگیرداروں کی بدترین شکل کا ایک زندہ نمونہ ہے۔ چونکہ یہ وادی ایک چھوٹے سے درے کی شکل میں ہے اس لئے اس میں

مبدائی زمین بہت کم ہے جو کچھ مبدائی زمینیں موجود ہیں وہ بڑا راست خوانین کے تصرف میں ہیں، اس وادی میں رہنے والی فطرت کا زیادہ تر انحصار ویشیوں پر ہے اور وہ انہی کے سہارے زندہ رہتے ہیں، لیکن اس سہارے کے لئے بھی انہیں چونکہ چارے کی ضرورت ہوتی ہے لہذا وہ اس اعتبار سے زراعت کے لئے بھی مجبور ہیں۔ وادی کے خاندانوں کے قانون کے مطابق کسی شخص کو اس بات کی اجازت ہی نہیں کہ وہ بغیر کسی معاہدے یا حساب کتاب کے گھاس کا ایک ٹکڑا بھی حاصل کرے۔

خوانین کا حکم ہے کہ وادی کے لوگ چاہے مولشی پالیں چاہے کوئی اور دھندہ کریں وادی کے باسیوں کی حیثیت سے انہیں وادی کے خوانین کے تابع رہنا چاہیے۔ خوانین کی طرف سے مولشی پالنے پر کوئی پابندی نہیں مگر ویشیوں کے لئے چارہ حاصل کرنے پر پابندی ہے۔ قاعدے کے مطابق اگر کسی شخص کو اپنے مولشیوں کے لئے چارے کی ضرورت ہو تو اس کو پہاڑوں اور ڈھلانوں پر ایک خاص رقبہ دین، قنگل حقہ داری یا دو تھالی کے کسی ایک معاہدے کے تحت لینا پڑے گا، ہر معاہدے کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں جو بعد اہمیت رکھتی ہیں۔ آئیے ان معاہدوں کی تفصیلات ملاحظہ کریں سب سے پہلے رہن کا طریقہ ملاحظہ کریں۔

رہن کا طریقہ

رہن کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایک یا چند اشخاص یا ایک خاندان کو پہاڑوں یا ڈھلان میں زمین کا ایک خاص رقبہ ایک خاص رقم پر ایک خاص مدت کے لئے بطور رہن دے دیا جاتا ہے جب وہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو اس رقبہ اراضی پر دو بارہ خان کا قبضہ ہو جاتا ہے، اگر وہ چاہے تو اسی قدر رقم کے عوض دوبارہ معاہدہ کر لیتا ہے یا کسی اور سے زیادہ رقم وصول کر کے وہ زمین اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ خوانین اراضی کے نام پر کسافر کو جو کچھ دیتے ہیں، اسے اراضی کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی اصل کے اعتبار سے وہ پہاڑ رہتا ہے اور اس پر کوئی

کسانوں کی بے دغلیوں کا موسم اس وادی کا المٹاک موسم ہوتا ہے

۱۵ سے ۲۰ من تک غلہ ملتا ہے۔ جبکہ اس کا رد بار سے وہ ۲۰۱۵ من سے کہیں زیادہ غلہ اپنے گوداموں میں ڈال دیتا ہے

قلنگ

اس معاہدے کی شکل و صورت رہن کے معاہدے سے ملتی جلتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں کسانوں کو بیٹھی قرض حسنہ کے طور پر کوئی بڑی رقم پیش نہیں کرنی پڑتی نان خود ہی غلے کی ایک سالانہ یا فصل بہ فصل، مقدار مقرر کر دیتا ہے، قلنگ پر حاصل کی ہوئی زمینوں کے کسانوں کو اکثر دوسرے ذرائع سے معاہدے کی جنس پوری کرنی پڑتی ہے کیونکہ جن زمینوں پر انہیں کھیتی باڑی کرنی پڑتی ہے۔ وہ غلے کی مطلوبہ مقدار کو پوری کرنے سے قاصر ہوتی ہیں باقی شرائط و قسم انڈا مرغی اور بیگاری ہی ہیں جو رہن کے کسانوں کے لئے ہیں اس سلسلے کا تیسرا طریقہ حصہ داری کا معاہدہ ہے

حصہ داری

حصہ داری کے معاہدے کے تحت کسانوں کو جو زمین دی جاتی ہے اگر فصل بہت اچھی ہو تو دس من سے زیادہ غلہ بھی نہیں ہوتا۔ جبکہ زمین اسے خود بنانی پڑتی ہے اور اپنا گھر بھی خود ہی تعمیر کرنا پڑتا ہے۔ اس معاہدے کے مطابق ہر فصل پر جو بھی پیداوار کے تین حصے خان کے ہوتے ہیں اور دوسرے

روز تک خان کی ذاتی زمین پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اسے اپنا بیگار کہہ لیتے اور اس بیگاری کوئی بھی شکل ہو سکتی ہے۔ یہ خان کی مرغی پر منحصر ہے کہ وہ کسان سے بیگاری ہفتے میں کیا کام لے کسان پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک سال میں ۲۴ مرغی بطور نذرانہ پیش کرے اور تقریباً ۲۰ سیر بھی بھی بینٹ چڑھائے۔ کسان اس بات کا بھی پابند ہے کہ وہ بیگاری کے ایام میں جب خان کی زمینوں پر کام کرے تو اپنے بیہوں کی جوڑی بھی ساتھ لائے۔ خان کے خوشی اور غمی کے واقعوں پر کسان پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ خود اس کے بال بچے سبھی معاہدے کے بیگاری ایام کے علاوہ بھی کام کریں۔

فصل کٹنے پر جب تقسیم کا مرحلہ آتا ہے تو خان کے حکم سے بہت دنوں تک غلہ دھوپ میں پڑا رہنے دیا جاتا ہے تاکہ اس کی تراوت ختم ہو جائے اور خان زیادہ سے زیادہ قلع جس حاصل کر سکے، غلہ تولنے کا اختیار کسان کو نہیں ہوتا۔ دوسرے حقوق کی طرح یہ حق بھی خان ہی کا ہوتا ہے اور اس نے غلہ تولنے کے لئے ایک خاص شخص مقرر کر رکھا ہوتا ہے۔ خان کے حکم کے مطابق ایک من غلہ تولنے کے لئے ۴ سیر غلہ بطور اجرت ادا کرنا لازمی ہوتا ہے اگر کسی کسان کی پیداوار دس من ہو تو اس کو ایک من غلہ تولنے کی اجرت کے طور پر دینا پڑتا ہے، تولنے کے عوض جو غلہ وصول ہوتا ہے وہ خان کے گودام میں جاتا ہے تولنے والے کو خان کی طرف سے سالانہ

شے کاشت کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا۔ جب تک اسے شکل و صورت کے اعتبار سے زمین کی طرح نہ بنایا جائے اس مقصد کے لئے کسان پہاڑوں پر چھوٹی چھوٹی دیواریں بناتے ہیں۔ اس طرح ایک خاص بلندی تک دیوار اٹھانے کے بعد درمیان میں مٹی بھرتے ہیں اور اسے ایک حد تک ہموار کر لیتے ہیں اس کے بعد ایک اور دیوار کھڑی کرتے ہیں۔ اس کے خلا کو بھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مٹی سے بھرتے ہیں اور ہموار کر کے زمین کی شکل دے دیتے ہیں تب کہیں وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ زمین کے ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر گندم یا مکئی کاشت کر سکیں۔

کسانوں کو رہن کی رقم پیش کی ادا کرنی ہوتی ہے یا غلہ کی وہ مقدار جو رہن نامے کے مطابق ملے گی تو فصل کے موقع پیدا کرنی ہوتی ہے اس کے علاوہ کسانوں کو اپنے خان کے لئے بطور قرض حسنہ ۳۰۰ سے ایک ہزار روپے کی رقم بھی دینا کرنی ہوتی ہے جو کسان یہ قرض نہیں دیا کر سکتے وہ رہن کے معاہدے پر زمین حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ لوگ جو خوانین کے لئے قرضہ دیا کرتے ہیں وہ برادری کے معزز مظلوموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور پٹہ داری کے پہلے درجے میں فائز ہوتے ہیں۔ رہن نامے کے معاوضے اور قرض کی رقم کے علاوہ بھی چند شرائط ہیں جو معاہدے کا جزو تصور کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شرط یہ ہے کہ کسان کو چینیہ میں سات

ملک کو اب
آپ کی بچت کی
پہلے سے بھی زیادہ
ضرورت ہے

باقاعدگی سے
ویسے بچائیے
حبیب
بینک

دو خوانین خاندان — اس وادی کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں

کسان کے ہوتے ہیں، غلہ تقسیم ہوتا ہے تو خان اپنے تین حصے الگ کر لیتا ہے، اس کے بعد کسان کے غلے سے جو بھی پیداوار کے مطابق تمام ٹیکس وصول کرتا ہے جس میں اس کا اپنا ٹیکس سرکاری ٹیکس اور غلہ تولنے والے کا ٹیکس بھی شامل ہوتا ہے ایک فصل کے تقریباً دس من غلے میں سے کسان کو جو کچھ بچتا ہے اس میں اس کی وہ محنت بھی شامل ہوتی ہے جو جیبے میں سات روٹم سے کم اسے خان کے لئے الگ انتظام دینی پڑتی ہے اور وہ تمام شرائط بھی شامل ہوتی ہیں جو پہلے معاہدے میں لکھی جا چکی ہیں۔ اب جو نئی قسم اس معاہدے کی ملاحظہ کیجئے۔

دوہقانیا معاہدہ

اس معاہدے کو دوہقانیا ملکیت مژدہ کا معاہدہ کہا جاتا ہے اس وادی میں وہ تمام افراد دوہقان کہلاتے ہیں

جن کے پاس اپنے میلوں کی جوڑی نہ ہو اس معاہدے کے مطابق وہ ہقان کو مجموعی پیداوار کے چار حصے خان کو دیتے پڑتے ہیں اور ایک حصے کا خود مستحق ہوتا ہے اور سی ایک حصے میں سے اوپر بیان کئے گئے ٹیکس بھی ادا کرنے پڑتے ہیں خان، دوہقانوں کو خوشنیتانہ مدد دیتا ہے اس کا معاہدہ الگ وصول کرتا ہے۔

اس وادی کے بارے میں جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا تھا کہ اس کے اپنے ہی زمین و آسمان ہیں اس کی مزید تفصیل بھی سینے از سینوں کے معاہدات کے بارے میں جو کچھ بتایا جا چکا ہے وہ خالصتاً پیداواری اور مالیاتی نظام کی تفصیل تھی۔ اب اس وادی کے رسم و رواج بھی ملاحظہ کیجئے۔ یہ رسم و رواج بھی نوہین ہی کے بنائے اور رائج کئے ہوئے ہیں۔

شادی بیاہ کی رسوم

شادی بیاہ معاشرتی زندگی کا ایک ضروری اور فطری



حقد ہوتے ہیں، اس وادی کے خوانین کے آئین کے مطابق اگر وادی کا کوئی کسان اپنے بیٹے کی شادی کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خان کو ایک عائدہ لکھتا ہے یا بھینس بیٹی بطور تحفہ نذر کرے اگر کوئی کسان غفلت اور کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے تو خوانین یہ تحفہ جرأ وصول کرتے ہیں، بیٹی کی شادی کی صورت میں بکڑی کے نام پر نقد رقم ادا کرنی ہوتی ہے اور یہ رقم ۴ روپے سے سو روپے تک ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ شادی کرنے والوں کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ خان اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایک خاص دعوت کا انتظام کریں اس دعوت میں ایک مرتبی کی کس کا انتظام ہوتا ہے اور یہ بات خفیہ کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ تمام مرفوعات زندہ وصول کرے یا زحمت کر کے شادی والے گھر میں باکرہ نش کرے اکثر یہی ہوتا ہے کہ خان دعوت کی تمام غنیمتیں گھر بیٹھے وصول کر لیتا ہے۔ اگر خان کے کسی لاڈلے کی شادی ہو تو اس کے تمام

کسانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بیوی بچوں سمیت اپنے تمام کام چھوڑ کر خان اور اس کے ہاتھوں کی خدمت کے لئے وقف ہو جائیں اس موقع پر بھی کسان مرغیاں، گھی نقد رقم فراہم کرتے ہیں عیدوں اور دوسرے مذہبی تہواروں پر بھی موسی ٹیکس کے نام سے کسانوں سے گھی مرغی اور جتانے کی گڑیاں وصول کی جاتی ہیں۔ اس وادی میں غریب کسان بھی سہی خیرات درمند تھے کے طور پر جائزہ می دیکھ کر تے ہیں تاہن کے مطابق خیرات کرنے والے ہر فرد پر آئینی طور سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ذبح کئے جانے والے جانور کی ایک سالم رانی خان کے لئے پیش کرے وادی کے رسم و رواج کے مطابق عورتوں سے بھی اسی طرح بیگاری جاتی ہے جس طرح مردوں کے لئے حکم ہے زراعت پیشہ کسانوں کی خدمت کے لئے خان کی طرف سے کسب گردن کا ایک طبقہ بھی کسانوں کی معیشت میں ساجھے دار ہوتا ہے، ان کسب گردن کو خوانین کے گوداموں سے غلے کی صورت میں سالانہ معاوضہ ملتا ہے اور اس کے بدلے خوانین کسانوں کی پیداوار میں سے کسب گردن کے نام پر ایک من کا پانچواں حصہ وصول کرتے ہیں، یہ کسب گردن مندرجہ بالا افراد پر مشتمل ہیں (۱) اجمام (۲) ترکھان (۳) لوہار (۴) شاہ خیل یعنی چائیاں اور چکیاں بنانے والا (۵)

دہقان کو پیداوار کے

چار حصے خان کو دینے پڑتے ہیں



کسان؟ یہ بے چارے زرے کسان ہی ہیں۔ ان کسانوں سے جہنیں سرکار کی طرف سے زرعی قرضے پانی، یا کوئی اور زرعی سہولت نہیں ملتی، سرکاری ٹیکس بھی وصول کیا جاتا ہے، اس ٹیکس کی وصولی کے لئے سرکار، مالی ملازم کی طرف سے ایک ٹھیکیدار مقرر ہوتا ہے جو ہر سال بذریعہ "نڈر" ایک مخصوص علاقے سے غلے کی صورت میں ٹیکس کی رقم کی ایک خاص پیش کش کرتا ہے، اور پھر گاؤں، گاؤں پھر کر وہ تمام رقم جمع کرتا ہے، اکثر تو نایاب ہے کہ سرکاری طور پر اسے ایک مخصوص علاقے سے عبوی طور پر پاسو من رقم جمع کرتا ہے مگر اصل حساب کے مطابق وہ تقریباً چھ سو من وصول کرتا ہے، سو من سرکار کے لئے چار سو من اپنے لئے، ٹھیکیدار کا قاعدہ کاریہ ہوتا ہے کہ وہ خان کو وصول کیا مال اپنا حصہ تو ٹھکانے لگا دیتا ہے مگر سرکار کا مال متعلقہ دیہاتوں ہی میں ایک گودام یا کسی میدان میں پڑا رہنے دیتا ہے اکثر یہ مال چھ ماہ تک پڑا رہتا ہے اور اس کے اٹھانے جانے کی وجہ نہیں آتی بسا اوقات یہ غلہ بے احتیاطی سے پڑا رہنے کو وجہ سے خراب بھی ہو جاتا ہے اس صورت میں ٹھیکیدار غلے کی خرابی کی تمام تر ذمہ داری گاؤں والوں پر ڈال دیتا ہے اور اجتماعی حیرانے کے حوالہ دہانوں کے مطابق غلے کا ہر جاندارے گاؤں والوں سے وصول کرتا ہے، نہ صرف ہر جاندار وصول کرتا بلکہ ہر جاندار وصول کرنے کے بعد وہ خراب غلہ گاؤں والوں سے ہنگے داموں یعنی

ناظر (۱) کچھ یعنی خان کی بھیڑیں چرانے والا چرواہا، وہ تیار خرو یعنی وہ طبقہ جو خان کے بحرے میں رونق افروز رہتا ہے، ہلیم ہر بحر کر پلاتا ہے اور خان کے ساتھ باڈی گاڑنے کے طور پر رہتا ہے حجام لوہار، ترکھان اور شاہ خیل، کسانوں کو جو "فنی" آمدنی بھی پہنچاتے ہیں اس کے عوض کسانوں سے غلے کی صورت میں اپنی ایک اجرت وصول کرتے ہیں کسانوں کی بے دلیوں کا موسم اس وادی کا شاید سالانہ موسم ہوتا ہے یہ موسم یوں تو سال کے کسی بھی مہینے میں شروع ہو سکتا ہے مگر عموماً مارچ اور اپریل کے مہینوں میں شروع ہوتا ہے، اس وادی کی دوسری منفرد خصوصیات کی طرح یہاں بے دلیوں کا بھی اپنا ایک الگ مزاج ہے جو مزاج خان کے تابع ہوتا ہے خان جب بھی چاہے کسی جزا کے بغیر کسی بھی کسان کو اس کی زمین سے محروم کر سکتا ہے اس محرومی کے لئے ضروری نہیں کہ کسان نے معاہدے کی کوئی خلاف ورزی کی ہو کوئی شرط پوری نہ کی ہو یا بیگار سے جی چرایا ہو، اس وادی کے خزانین جو کہ اس وادی کے باشندوں کے رازق مطلق ہیں لہذا یہ ان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ ایک سے زمین چھین کر دوسرے کو دے دیں یا دونوں کو زمین سے محروم کر دیں، اکثر ہوتا ہے کہ خان پہلے سے معاہدے پر دی ہوئی زمین معاہدے کی تکمیل سے پہلے ہی زیادہ اچھی شرائط پر یا رشوت پر کسی اور کے نام الاٹ کر دیتے ہیں اگر پہلی فریق نے امیدوار سے زیادہ رشوت دینے پر رضامند ہو جائے تو اس کی زمین کے استعمال کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ اس وادی میں ایسی کوئی عدالت، کچھری یا تھانہ سرے سے موجود نہیں جس میں خان کے خلاف فریاد کی جاسکے، چار سدا، تھگی، مردان، دیر سوات اور چترال کے کسان بڑے خوش قسمت ہیں کہ کم از کم وہ عدالتوں کی مذکور فریق کے ساتھ "مباری" کا دعویٰ کر سکتے ہیں مگر گوکہ

"سرکاری زرخوں پر بیج بھی دیتا ہے اگر گاؤں والے سرکاری ٹھیکیدار سے وہ غلہ خریدیں تو وہ کسی گاہانی آفت کا شکار ہو سکتے ہیں خراب غلے کی فروخت سے جو رقم ٹھیکیدار کے ہاتھ لگتی ہے وہ پورا سال اسی کے تصرف میں رہتی ہے اور اگلے سیزن پر سرکاری محال کے حوالے کی جاتی ہے۔

گوکہ اور طبقہ دیہاتوں میں ایک خاص طرز کا دیہاتی نظام بھی رائج ہے اس علاقہ کی نظام کی شکل و صورت ٹھیکہ تجارتی قسم کی ہے اور اس نظام کی مدد صرف کسانوں کے ذاتی تنازعہ تک محدود ہوتے ہیں گناہ کے بڑے بڑے معاملوں کا اپنا پنچائشی قسم کا حیرت جاتی اور بلڈ رائٹ نظام بھی ہے مگر بالآخر طبقہ اسے نہیں مانتے کسانوں کے درمیان اول تر تنازعات ہیبت کم ہوتے ہیں اگر ہوتے بھی ہیں تو وہ انتہائی معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں چونکہ ذاتی ملکیت کا حق صرف خزانین ہی کو حاصل ہے اور باقی تمام اشیاء بشمول کسان آبادی "ملکیت" کے زمرے میں بطور غنیمت شامل ہیں لہذا ان

یہاں مولشی پالنے پر کوئی پابندی



ہوتے ہیں انہیں مضائقہ نظر سے حل کرنے کے لئے ایک خاص طریقہ رائج ہے۔ رگاؤں کا انصاف کے حصول کے لئے دو ذریعہ فریقوں سے ”مکاتہ“ وصول کرنا ہے اس کے بعد جب مفید ہو جاتا ہے تو فیصلے کے مطابق کبھی تو دونوں فریقین پر جبرانہ عائد کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک کو جبرانے کا سزاوار قرار دیا جاتا ہے۔ یہ جبرانہ تحصیل یا اے کی کے فرائض میں جمع کیا جاتا ہے ملک صاحب کو جبرانے میں سے تیسرا حصہ بطور کمیشن ملتا ہے۔

تو زمین محترم آپ نے گو کند کی مختصر سی کہانی پڑھ لی ہے یقیناً آپ چونک پڑے ہوں گے کہ یہ کن سی صدی کی کہانی ہے کہ زمانے کا قصہ ہے اور کس عہد کی داستان ہے مگر یقین جانئے یہ ایسی عہد اور اس زمانے کی کہانی ہے اور صوبہ سرحد کی کوکھ میں ایسی کئی کہانیاں اور ایسے کتنے ہی ایسے ابھی محتماً بیان ہیں گو کند کے بارے میں آپ نے اب تک جو کچھ پڑھا ہے وہ یقیناً ایک سرخ اور جامد و ساکت انداز سے بیان کیا گیا تھا، آپ کو کسی مقام پر بھی یہ محسوس نہیں ہونے لایا کہ یہ علم و دیر کے خلاف تاریخی کشمکش کا اس وادی میں کوئی نام و نشان بھی ہے یا نہیں؟ اس کو تاہی کے لئے میری مخدرت قبول کیجئے یقین جانئے اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس ماحول کا ایک کس تھا اور عکس جامد بھی ہوتا ہے۔ گو کند کے کسانوں کے بارے میں پڑھ کر اگر آپ کے دلوں کو کچھ حقوڑا سا صدمہ بھی پہنچا ہے تو یہ جان کر آپ کہے بغیر خوش ہو گی کہ اس وادی کے کسانوں نے اب علم و استحصال کے خلاف اپنی کمر بستہ کی ہیں۔ وہ لوگ چند افراد کی غلامی کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں، وہ اب سرحد کو پہنچنے لگے ہیں وہ محنت اور محنت کے استحصال کے بارے میں سوچنے لگے ہیں وہ بیگاری اور غلامی کے فرق کو سمجھنے لگے ہیں ان کے تیور بدل رہے ہیں ادب ان کے دل و دماغ میں ایسی باتیں آنے لگی ہیں جو بہت سی کتاب میں پڑھنے کے بعد بھی بہت کم



کے آپس کے تنازعات کی بہت کم کمزرت آتی ہے ان میں ظالم بھی کوئی نہیں اور غالب بھی کوئی نہیں نہ کوئی بالا دست ہے نہ کوئی زبردست، سب کے سینہ پر تو مظلوم اور مغلوب ہیں، ان کے درمیان اکثر فریقوں کی زیادہ بولی یا رشوت کا جو مقابلہ ہوتا ہے اسے بھی تنازعات کی بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ وہ مقابلہ بھی محض مصنوعی قسم کا ہوتا ہے کسی دوسرے کسان کے خلاف زمین کی زیادہ بولی دینے والا کسان اس غرض سے زیادہ بولی نہیں دیتا کہ اپنے کسی ساتھی کو نقصان پہنچائے یا غور زیادہ فائدہ حاصل کرے بلکہ وہ محض اپنے طفلہ کے لئے ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ جس بولی کی پیشکش کر رہا ہے زمین سے اس کا پورا کیا جانا ممکن نہیں مگر وہ یہ زہر اپنے ہاتھ سے اس لئے پسینا گوارہ کرتا ہے کہ کہیں اپنے مد مقابل ساتھی کی طرح وہ بھی پہلے سے کٹے گئے معاہدات سے محروم نہ ہو جائے۔

کسانوں کے درمیان جو چھوٹے موٹے تنازعات

سمجھ میں آتی ہیں۔
کچھ عرصہ پہلے اس علاقے میں خرائین نے پہاڑوں
پر بیٹھ کر بایں چرانے والوں کو اپنے بیگاری کیمپوں
کا قیدی بنانے کے لئے نیکم چرواہوں پر زور
دیا تھا کہ وہ اپنے مویشیوں کو پہاڑوں پر نہ چرایا کریں
کیونکہ پہاڑوں پر اگلنے والی گھاس ان کی ذاتی ملکیت
ہے اگر وہ یہ گھاس حاصل کریں یا پہاڑوں پر مویشیوں
کو چرانے کے خواہشمند ہوں تو گھاس کی قیمت ادا
کریں اور وہ تمام شرائط پوری کریں جو مالکوں کی طرف
سے ان پر عائد کی جاتی ہیں۔ چرواہوں کے لئے یہ حکم
نیا نوز تھا مگر ان کے حق سماعت کی داد دیکھتے کہ یہ
پرانی بات انہیں بالکل نئی لگی، انہوں نے خرائین کو رضا
مان جواب دے دیا کہ وہ پہاڑوں پر اگلنے والی
گھاس کی کوئی قیمت ادا نہ کریں گے۔ انہوں نے کہا
نیم نہ تو پہاڑوں میں چھپی ہوئی معدنیات سے غرض
رکھتے ہیں نہ جنگلات کے درختوں سے ہم صرف وہ
گھاس حاصل کرتے ہیں جو کسی کی ملکیت نہیں جو کسی کی
ہے جو اپنے مویشیوں کو لے کر ہزاروں کی ہندی پر
چر چرے اس کے ساتھ ہی انہوں نے خرائین کے
دامغ سے یہ بات بھی نکال دی کہ اگر انہیں تک کیا گیا
تو وہ جوابی کارروائی کریں گے خرائین کے لئے ان گئے
گذرے لوگوں کی یہ بات ایک چیلنج بن گئی، وہ اپنے
تیر و فنگ اٹھا کر مشلوں کے درپے ہو گئے، ان کا
خیال تھا یہ غریب لوگ دھکی میں مر جائیں گے، مگر جب
موت پر پہنچے تو منظر کچھ اور ہی دکھایا۔ مظلوم لوگ مقابلے
کے لئے پہلے ہی مورچوں میں لٹنے باندھے بیٹھے
تھے، چنانچہ سوائے زار کے خرائین کو کوئی دوسرا
راستہ نظر نہ آیا، اس کے بعد خرائین نے سماعت کے لئے
ڈی سی کی عدالت میں اپنے مرتفع کے مطابق مقدمہ
دار کر دیا، جواباً نیم کسان چرواہوں نے بھی جوابی مقدمہ
دار کر دیا، جب جنگلات کے بڑے بڑے ٹھیکداروں
کے لئے پہاڑوں پر اگلنے والی گھاس کی ملکیت قرار دلانے
کا مسئلہ محال ہو گیا تو ان کے دناں کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا
اسی تنازعے میں فتح حاصل کرنے کے بعد یہ مظلوم ٹوائے
اب تک کئی اور منزلیں طے کر چکے ہیں وہ ایک ایک
قدم آگے بڑھ رہے ہیں مگر ان کا ہر قدم ایک منزل
بتا جا رہا ہے انٹل منرل، وہ دن یقیناً اب زیادہ
دور نہیں جب یہ لوگ اپنے مقدمے کے خود ہی مالک
ہوں گے اور ان کا بار بھرا انہی کو ملے گا۔

ی نہیں مگر چارہ حاصل کرتے پریا بندی ہے

کی آباد کاری کا مستجاب تکمل نہیں ہو سکا۔

جو لوگ جھوٹے لیونامیہ میں زندگی گزار رہے ہیں اس
دہائی جانتے ہیں کہ ان پر کیا گزند ہے مگر زمانے کے ملاتے
ہیں ایک عورت سولہ سال سے مقیم ہے۔ ہم نے اس سے
پوچھا کہ آپ کو اب کچھ حالات بہتر نظر آتے ہیں؟ وہ ایک
دم جل کر بولی اُسے خاک کا سب کچھ جوں کا توں ہے اس عورت
کا خاندان مختل و بھارت (سے) پاکستان آیا مگر دنا سے
آنے سے پہلے اس پر جو کچھ ترقی کی ایک الگ داستان ہے
اس کے علاوہ ایک کیلئے بچے دالے کی کہانی بھی خاصا

اللہ کی رحمت اُن کے لیے رحمت بن جاتی ہے

اقتشام زریں فاروقی

صاحب! یہ بات بھی کتنی خوبصورت

ہوتی ہے کہ کسی سے یہ کہا جائے کہ تمہارے لئے ایک نیا
گھر بنایا جا رہے ہو۔ سننے والے کے ذہن میں یہ بھی تصور
آتا ہے کہ اُسے وہاں تمام سائیاں ملیں گی اور پھر جب اس
بے چارے کو نئی جگہ پر نہ چھت ملے نہ دیواریں نہ پیاس
بچانے کے لئے پانی ہو اور نہ ہیٹ کی طلب ملانے کے
لئے کھانا تو پھر وہ کتنا بے چین ہو گا۔

افسوس! کہ ان لاکھوں مہاجرین کے ساتھ بھی
ایسا ہی ہوا جو ہمارے کے بعد بھارت سے پاکستان آئے
مسلمانوں کو غیر تقسیم شدہ ہندوستان میں ایک نئے ملک
یعنی پاکستان کا خواب دکھایا گیا ان کے یہ چہرے اس خیال
سے دکھائے کہ ان کا بھی ایک وطن ہو گا وہاں وہ مختار
ملک ہوں گے اور ہر قسم کی آزادی اور آسانی ان کو ملے گی
سب یہی سمجھ کر گئے

مغل میں کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

گران میں سے زیادہ ترک و اندھیروں کے سوا کچھ نہ
ہا۔ وہ یہاں چوبیس سال سے جھوک اور پیاس کی تکلیفیں
اٹھا رہے ہیں۔ ایک حواری جمہوریہ چین ہے جو صرف اکیس
سال میں دنیا کی پانچویں بڑی طاقت بن گیا ہے وہ صرف
اب یو این او کا ممبر ہو گا بلکہ اسے وٹو کا حق بھی حاصل
ہو گا۔ چین میں محنت کش خوشحال ہیں اور یہاں مزدور
انڈیا کی پکی میس پی رہے ہاں دوا میں مٹی میں اور
میاں غریب پانی کے دو گھنٹے بھی مشکل سے پی پاتا
ہے اور مرجاتا ہے ہمارے ملک کے سب سے بڑے شہر
کراچی میں ٹوٹی چھوٹی جھگیوں کی بہت سی بستیاں ہیں
بنارس کا ٹوٹی پڑا گول ماگر دنا نہ بیا رہی مذی موٹی
کالونی اور دوسری بہت سی جگہوں پر غریبوں کے
ڈیرے ہیں۔ ان بد نصیبوں کے لئے گرمی جاڑا برسات

تینوں ہی موسم وبال جان ثابت ہوتی ہے اور گرمی کے
دنوں میں جب دھوپ تیز ہوتی ہے اور کوہ پتی بے
تران کے پاس اس سے بچنے کے لئے کوئی چارہ نہیں
ہوتا۔ جب سردیاں آتی ہیں اور اس پڑتی ہے تب
بھی ان کی ٹوٹی ہوئی چھتوں والی جگہاں ان کو نیا
دینے کے لئے بے کار ثابت ہوتی ہیں اور جب کراچی
کے سر پر بادل اتر آتے ہیں اور اللہ کی رحمت برتی
ہے تو ان لوگوں کے لئے زحمت بن جاتی ہے توڑی
سی بارش سے ان کی جھونپڑیاں اور سامان پانی کی لپیٹ
میں آ جاتا ہے اور یہ لوگ مسلسل بارش میں بھیگنے کی وجہ
سے بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔

مکانوں کی چھتوں سے جو پانی گر کر سڑکوں پر
آتا ہے وہ سڑکوں پر کئی کئی دن تک کھڑا رہتا ہے اور
پھر اکثر گزروں کا پانی بھی برساتی پانی میں شامل ہو جاتا
ہے اس کی وجہ سے کہ گزروں پر جنہیں مین ہول کہتے ہیں
کبھی ڈھلکنے لگے ہوتے ہیں ہوتے ہیں اس پر ان سے بھرے ہوئے
پانی میں غرت کے مارے بچے کھیتے ہیں تو دیکھ کر دل
رزا ملتا ہے اور اندر سے کوئی چیخ چیخ کر پھوٹتا ہے کہ
کیا ان کی قسمت یہی ہے؟ جو لوگ اپنے وطن کی چاہ میں
ہیں آئے ان میں سے کافی لوگوں نے راستوں میں بھی
بڑی معینتیں اٹھائیں۔ دیئے انسان اپنی چیز حاصل کرنے
کے لئے سب کچھ گوارہ کر لیا ہے لیکن وہ تو یہاں پہنچنے
کے بعد سے آج تک بد حالی کی زد میں ہیں پوئیں برس
کا عمر گزرنے کے بعد بھی مہاجرین کو سر چھپانے کے لئے
چھتیں مل سکیں۔ مہاجرین کے مسائل دور کرنے
کے لئے مہاجر کمیشن لگایا گیا اگر کوئی ریل گاڑی فریڈنا
غنا منہ روڑ بھیجتا تھا یا ٹی گرام بھیجتا تھا تو اسے اس رقم کے
ساتھ مہاجر کمیشن کے لئے بھیج کر رقم ادا کرنی ہوتی تھی مگر وہ
رقم جو کمیشن کی شکل میں شہریوں سے لگتی اس کا کیا ہوا؟
دو ایک مندرجوں کے سوا کتنے پان پورے ہوتے مہاجرین

در دہکتی ہے۔ اس کے ماں باپ پاکستان جتنے سے پہلے
لگتے تھے رہتے تھے اور پھر پاکستان کے بن جانے کے بعد وہ
مشرق پاکستان آگئے لیکن وہاں بھی دکھوں نے ان کا بچپا
نہ چھوڑا ایسا بل طوفان اور بے روزگاری نے اسے کراچی
آنے پر مجبور کر دیا۔ کیسے دالے اس لڑکے نے آٹھویں جماعت
تک نہ جانے کس طرح پڑھا مگر اس کے بعد اس کے لہا
میں کچھ بھی نہ رہا اس لئے اپنے مگر دالوں کی خاطر کراچی
آنا پڑا اب وہ دن بھر سکین کا ٹوکرا اٹھائے پھر آج
روزانہ سات آٹھ میل پیدل چلتا ہے تو کہیں اسے تین یا ساٹھ
تین روپے کا فائدہ ہوتا ہے کیلئے کی فصل جب ختم ہو جاتی
ہے تو وہ کوئی دو سو پھل بیچتا ہے اور کبھی کبھی تو روزانہ کی آمدنی
صرف دو ڈھائی روپے رہ جاتی ہے۔ وہ کراچی آنے سے
پچھلے بھی جو پینٹری میں رہتا رہا اور اب بھی اس ہی حال میں ہے
ابھی جن لوگوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان کے علاوہ
یہاں کے مقامی رہنے والے اور وہ جو سندھ پنجاب اور
دوسرے علاقوں سے روزگار کی تلاش میں کراچی آتے
ہیں وہ بھی بالسن اور چٹائی کی چھوٹی موٹی جھگیوں میں
اپنا وقت کاٹتے ہیں اور کسی کو تو یہ بھی میسر نہیں ہوتا ہے
آخر میں دماغ یہ سوال کرتا ہے کہ متعلقہ حکام کے علاوہ
سیاسی جماعتوں نے اس مسئلے میں کیا کیا؟ کہنے کو تو سب
یہی کہتے ہیں کہ ہر شہری کو جینے کا بنیادی حق حاصل ہونا چاہیے
ہر ایک کو روٹی کپڑا اور مکان ملنا چاہیے۔ لیکن اپنی
پارٹی کے فائدے کوئی مفلسوں کو امداد دینے
کے لئے تیار نہیں ہوتا، کوئی ان کے لئے کوڑا تعمیر نہیں
کر داتا۔ سیاسی پارٹیاں صرف بیانات کی بوچھاڑ کرتی
ہیں۔ اگر یہ سیاسی جماعتیں اس مسئلے میں کوئی قدم اٹھائیں
تو اس ایک کام کا سہارا ان کے سر ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا
ان لوگوں کی آباد کاری کا مسئلہ کب تک حل ہو گا کہ ان
جانے؟

شہزادی کے شب و روز

اقبال نظر

سرودات کی بیکراں تاریکی روشنی کی مینار سے ڈر کر کھینچے ہوئی تو ندی کے کنارے چھپ چھپا جھونپڑیوں نے اسے پیسنے سے لگا لیا۔ یہ ندی جہاں جہاں سے گزرتی ہے۔ وہاں وہاں شہر کی روشنیوں سے ڈر کر بھاگے ہوئے گھوڑا ندھیرے، پسپا ہوتی ہوئی سردی اور ادا ہوئے انسان ہوتے ہیں۔ ٹوٹی پھوٹی ان جھونپڑیوں میں ایک جھونپڑی شہزادی کی بھی ہے جو پچھلے تیرہ سال سے پیاسے ترپے مینار کی طرح ندی کی ڈھلوانی سطح پر چھکی گدے کے پانی میں اپنی شکل دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی ہے اور اندیشہ ہے کہ میں دن اس نے اپنی صورت دیکھ لی اسی دن وہ اس ٹھہرے ہوئے بدبودار پانی میں ڈوب مرے گی۔

شہزادی جبرے روزگار ہے روز کرتا ہے اور پھر ہیٹھا ہے۔ اس نے سوت اور زندگی کی گود میں مشرکہ پرورش پائی ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک مل مزدور ہے۔ خود کو روز رکھنے کے بنیادی لوازمات حاصل کرنے کی جاذبہ ہیں اس کے ہاتھ شیش ہو کر رہ گئے ہیں۔ روٹی پکڑا اور پختہ جھونپڑی۔ ان تین چیزوں کی شلٹ بنانے کے لئے وہ ہمہ وقت کسی نوزائیدہ بچے کی طرح گھمٹاتا رہتا ہے لیکن شلٹ کی تینوں بیکریں گویا ای۔ دوسرے سے گریزاں ہیں نزدیک آنے سے قبل کی پٹری کی طرح پکھڑ جاتی ہیں اور وہ ہاتھ متارہ جاتا ہے اسے چار روپے یورمیہ تھے جسے جو کھانے میں ہی کم پڑ جاتے ہیں اور گھر کے افراد ایک کم دس میں ظاہر ہے ہر مزدور کا سپت بھی اگ اگ ہے۔ گویم رات کو دو ملاٹوں میں یکجا ہو بھی جائیں لیکن دن کو وہ بھی اگ اگ پیرا ہن مانگتے ہیں خواہ کاغذی ہی کیوں نہ ہو۔ جسم تو بہر حال ڈھانپنا ہے۔

شہزادی کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں بیٹیاں

قدرے جوان ہیں۔ سلاتے ہیں جب بھی کوئی شادی ہوتی ہے اور نفیری بچی ہے ان کا چہرہ بدل جاتا ہے سوچ کی آڑ میں ترجیح گیریں چہروں کو مسخ کر دیتی ہیں اور وہ گھر کے دیگر افراد سے مختلف نظر آنے لگتی ہیں بڑی لڑکی تو بالکل غیر لگنے لگتی ہے۔ ایسے میں شہزادی کا بھی چاہتا ہے وہ اس کے دونوں کندھے پر کڑکڑو سے ہلانے اور بیچ کر کھٹے ہوش میں لڑکی! تیرا نام سعیدہ ہے اور تو شہزادی کی بیٹی ہے۔ لیکن سعیدہ سوچ سکتی ہے اسے سوچنے کا حق ہے اور وہ سوچتی رہتی شہزادی کے بیٹے ابھی چھوٹے ہیں۔ بڑا لڑکا آٹھ سال کا ہے وہ سارا دن ندی کی سیر کرتا ہے۔ بستی کے لڑکوں کے ساتھ گولیاں کھیلتا ہے۔ کابوچ کی گولیاں نہیں بلکہ پیر کی گولیاں۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ میں گولیاں کھیلتا ہوں۔ شام کو وصول مٹی سے اٹھتے ہئے ہاتھ پاؤں لئے جب وہ واپس جھونپڑی میں آتا ہے تو شہزادی اس کی خوب خبر لیتا ہے۔ لیکن چند دنوں سے شہزادی نے اسے مارنا چھوڑ دیا ہے اسے مارنا بیکار ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا تو آوارہ گردی بھی نہ کرے جو مفت ہو سکتی ہے۔ اس سے تو باہر رہنا ہی اچھا ہے کہ وہ گھر میں بہنوں کو تنگ کرتا ہے اور گولیاں پھینکنے کے لئے گھر میں اتنے سودا خانے کرے کہ ساری زمین چھپک زدہ ہو جائے۔

بڑا لڑکا اس لحاظ سے انتہائی خوش بخت ہے کہ اسے ایک پرائمری اسکول میں داخلہ مل گیا لیکن اس لحاظ سے انتہائی بد بخت کہ اسے کتابیں ملیں اور تختی نہیں مل سکی اور اب وہ غریب کہہ سکتا ہے کہ ٹھکانڈرے لڑکوں کی طرح وہ خود اس اسکول سے نہیں بھاگا بلکہ اسے بھاگا دیا گیا۔

بھلا لڑکا ابھی چھ سال کا ہے لیکن اتنی معقول گالیاں بکتا ہے کہ اپنی عمر سے بہت بڑا معلوم ہے شہزادی اسے روکتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے گالیاں دینے کا

یہی عمر ہے ورنہ بڑے ہو کر تو وہ ساری زندگی گالیاں سنے گا دے نہیں سکے گا۔ بھلا لڑکا تب ہی مریخ کے ترش و تیز نام سے یاد کیا جاتا ہے کوئی بات مرضی کے غلات ہو جائے فوراً بھڑک اٹھتا ہے یوں غصہ پکڑتا ہے جیسے پٹرول کو آگ۔ پس دن گھر میں، خانہ پڑا ہوا وہ بڑا معتبر اور بخیدہ ہو جاتا ہے، جھونپڑی کے ایک کونے میں اکڑوں بیٹھا لالعلقی سے چاروں آؤں کتا رہتا ہے۔ ایسے میں وہ کونے چھپدوں سے جھانکتی ہوتی چھپکیوں کو بھی کچھ نہیں کہتا جب کہ بھرے پیٹ وہ سارا دن جھاڑ کی تیلیوں پر چونا لگا کر چھپکیوں کے منہ پر بار تارتا ہے۔ سب سے چھوٹا لڑکا چار سال اور کچھ مہینے کا ہے مہرات کے دن پیدا ہونے کی پاداش میں اس کا نام مہراتی رکھ دیا گیا۔ شہزادی کو مہراتی ایک تو سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے پیار ہے دوسرے وہ ہم قافیہ ہے شاید اسی وجہ سے شہزادی کو اس سے کچھ غیر محسوس سی محبت ہو گئی ہے۔

مہراتی سا سال نزلے سے لڑتا تھا جگڑا رہتا ہے یہ پیارے اور شیش کی ہے سردی گرنی برسات غم کوئی موسم ہو وہ سوں سوں کرتا رہتا ہے ہر ٹھوڑی دیر بعد وہ دانے ہاتھ کی میلی آستین سے ناک بھی صاف کر جاتا ہے جس کے باعث اس کی ناک کچھ دایں جانب کو کھینچتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

چھوٹا بچہ پیسے کی قدر و قیمت کو خوب سمجھتا ہے اسے معلوم ہے کہ میٹھا چورن دو پیسے کا مٹا ہے جب کہ کٹھا چورن ایک پیسے کا بھی آ جاتا ہے اور اگر دونوں چورن ملا کر ان میں آگ والی سلائی دکھائی جائے تو قیمت ایک آنہ قرار پاتی ہے۔ بس ماں کے پاس پیسے دیکھنے کی دیر ہے وہ جی کے مریخ کا پچا ہوا کہ چپک جاتا ہے سارا گھر اس کی اس مادت ہے تنگ ہے بارہا سب لوگ اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ

آج حرام نور کو کھوٹا دھیلنا بھی نہیں دیں گے۔ لیکن جمعرات کی مستقبل مزاحیہ دیر تک رونے کے فن نے گھر کے ہر ذرہ کو رلا دیا ہے اور حیرت ہمیشہ اسی کی رہی ہے۔

شہزادی مال ہی میں قیم ہو رہی ہے۔ اس کے باپ کو سرطان ہو گیا تھا اور سب جانتے ہیں سرطان ایک ہمدی بچے کی طرح ہوتا ہے جب تک اپنا کہا نہ منوائے پھانسیں چھوڑتا رہا پنے مرتے وقت اپنے اثاثے میں صرف شہزادی ہی کو چھوڑا تھا۔ شہزادی کی ایک بہن بھی تھی جو سوتے جاگتے ہر لمحے انتہائی ہنگامے میں قابل خرید قسم کے سنے دیکھا کرتی تھی اور ایک دن تمام گھر والوں کے لئے وہ توڑ بھی لڑک سہنا ہو کر رہ گئی اسے محلے کا ایک ملوانی کسی دوسرے شہر بھگالے گیا لیکن باپ مرتے دم تک یہی کہتا رہا کہ وہ میری ہے اس نے مجھ دن جھوٹ پڑی کی حد دے پاؤں باہر نکالا تھا اسی دن دوسرے جہاں کو سدھا رگتی تھی۔

شہزادی جب کبھی بہن کے متعلق سوچتا ہے انھیں محبت کے آنسوؤں سے ہرگز نہ بوجاتی ہیں۔ لیکن اس خیال سے بیک گورنر اطمینان بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک فرد کی ضروریات پوری کرنے سے بچا ہوا ہے اگر وہ گھر میں ہوتی تو ہر غلطی کرتی رہتی۔ اس کے لئے جہیز کے کپڑے لانا تو درکنار وہ ان کپڑوں پر کلنے کے لئے گورنر کی بھی نہیں لاسکتا تھا اور اس خیال سے اسے ہول اٹھتے گتے ہیں کہ وہ جہیز میں بجز اپنی بہن کے اور کچھ بھی تو نہیں دے سکتا تھا، اور پھر ایسی بہن کو لینے کون آتا جو دلہن اور جہیز دونوں ہی ہو۔ اور یہ سوچتے ہوئے شہزادی کی نگاہیں برتن مابجھتی ہوئی بڑی لڑکی پر اٹھ جاتی ہیں یوں لگتا ہے، جیسے سعیدہ نے بہن چھوڑ کر اس کے دل کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے جکڑ لیا ہے اور ان کے خوب رگڑ رگڑ کر مایہ ناز رہی ہے۔ کبھی میری متعلق بھی سوچا کرو تو ہمارے دل میں میری طرف سے لائقیتی کا ہرگز شک لگ گیا ہے لاؤ اسے صاف کہ دوں۔ یہ صورت حال بڑی اذیت ناک ہوتی ہے کیونکہ اسی لمحے ایک بے چارگی کے ساتھ سارے دکھ تمام ہو جاتے اور ان گنت پریشانیوں نے زمانے کہاں کہاں سے لینا کر کے ذہن پر دھاوا بول دیتی ہیں اور شہزادی کا جودان کے آگے ایک شکا ہو کر رہ جاتا ہے وہ

خود کو مطمئن کرنے لگتا ہے زیادہ سوچنا صحت کے لئے مضر ہے انسان کو عمل کرنا چاہیئے۔ لیکن جدوجہد اور عمل ستم کے جذبے تو دشمنیوں کے لئے وقف ہو چکے ہیں یہ دیر پہلے شہزادی کے تمام دلوں سے اور حوصلے نکل چکی ہیں حتیٰ کہ اس کا خون تک پھوٹ رہا ہے۔ جب ان شہزادوں سے رنگا رنگ پیرا میں کر نکلتا ہے تو اس پر جا بجا اس کے خون کے چھینٹے نظر آتے ہیں اس کی آرزو میں رنگوں کی زمان میں گفتگو کرتی نظر آتی ہیں اور لاکھوں گز پیرا اس کے ہاتھوں سے پھیل کر چمکیں دکھانوں کی زینت بن جاتا ہے لیکن اس کو کیا کہنے کہ اس کا پا جا رہا ہے تپوں گھٹنے پر سے تیسری مرتبہ چھٹ چکا ہے۔ ہر دفعہ پیوند داغ دیا جاتا ہے لیکن کب تک۔ اس کی زندگی کبھی کی پوری ہو چکی ہے لیکن شہزادی اسے دلا سے دے دے کر زندہ رکھے ہوئے ہے بلکل اپنی طرح۔

تپوں کی پشت پر جو جہازی ساز کا پیوند ہے اس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ جب تپوں

رمضان کی تین بیٹیاں ہیں علاقے میں نفیری بکرتی ہے تو ان کا چہرہ بدل جاتا ہے

آئے دن پیچھے سے پھٹنے لگی شہزادی نے ایک بڑا سا پیوند لگوا لیا۔ ایک ماہ بعد اس پیوند میں بھی سوراخ ہو گیا اس نے بیوی سے حسب عادت کہا۔
”ذرا پیوند تو لگا دے!“

بیوی نے تپوں کو دونوں ہاتھوں میں لے کر سوراخ کو تاکا اور بے ساختہ ہنس پڑی۔
”پیوند، میں پیوند لگواؤں گے“ وہ بھی عینے لگا پھر سنجیدہ ہو گیا۔
”لگا دے نیک بخت لگا دے بخت کرنی چاہئے“

”بخت۔؟“ قریب بیٹھی ہوئی منجلی لڑکی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔
”ہاں ہاں بخت کرنی چاہئے“ بڑی لڑکی کھلکھلا کر ہنسی اور سارا گھر قہقہے لگانے لگا۔ وہ کھسیانہ ما

ہو کر ایک طرف کو ہٹ گیا۔ گھروالے ٹھیک ہی کہتے تھے جب میں پھوٹی کوڑی بھی تو نہیں۔ بخت ہو تو کہاں سے ہو۔ جانی بچی ہوئی ہیں۔ یہی سب سے بڑی بخت ہے۔

شہزادی کی سالگرہ ہر سال شب بارات کے دن دھوم دھام سے منائی جاتی ہے گھر گھر ملنے بننے میں ملنے چلائے جاتے ہیں، آتش بازی انا مار دیکھو خوب خوب تماشے دیکھتے ہیں لیکن اس دن شہزادی نہ تو سالگرہ مناتا ہے اور نہ ہی شب بارات جب اس کا ملکا اس قدر امیر ہے۔ اس قدر کیر ہے کہ اس کے گھر کا ہر فرد شہزادی بلکہ سہ ماہی سالگرہ تک مانا سکتا ہے اور اپنے خندان اور محلہ پر کیا موقوف۔ وہ سارے شہر کو اس تقریب میں مدعو کر سکتا ہے۔

شب بارات کے دن شہزادی کے تاریک ذہن میں خواہشات کی لاتعداد پھولیاں کھلکھلا کر مہنتی ہیں اور یہ مسکراہٹ بھی لے بھر رہی راکھ ہو جاتی ہے وہ سوچنے لگتا ہے اس دنیا میں غریب ہونے سے بڑا کوئی جرم نہیں۔ جرم کی پاشا میں مجرموں کو میل بھیج دیا جاتا ہے۔ لیکن غولکال کا مجرم اتنی بڑی ریتی بیتی دنیا کی لاتعداد دستوں کا تیدی ہو کر رہ جاتا ہے اسے جیل کے مجرموں کی طرح جکھلانا پڑتی ہے، محنت مشقت کا پردہ کام کرنا پڑتا ہے جو مہذب دنیا کے انسانوں کے بس کا روک نہیں لیکن وہ پھر بھی معتوب ہے کیونکہ وہ مجرم ہے اور مجرم بھی عر قید کا۔ جس کا نفاذ پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور رائی مرنے کے بعد ہی عمل میں آتی ہے۔

لیکن گستاخی صاف بین السطور وہ بات تو اب یاد آتی جو نیم چڑھے کرینے لیا ذالقدر کہتی ہے۔

بلگاتی رنگین آبادیوں کے باسی کان کا میں صاف کریں اور دانشگاہ الفاظ میں سن لیں کہ وہ گلے مڑے اور نیکی انسان جنہیں کرڑے کا ڈھیر سمجھ کر اندر سے گڑھوں میں پھینک دیا گیا ہے اس سے رہے ہیں، جی رہے ہیں اور جیتے رہیں گے۔ بے شک تہذیبی غاروں میں اور دروازوں کے کن سے ہی پروان جبر طعمی ہیں۔



ملک پر فوج کے وڈیروں کا قبضہ نہ ہوتا تو دین دیکھتے نہ پڑتے

الفتح رپورٹ

بھٹو صاحب کو یہ کہنے کا موقع تب ہی ملنا چاہیے کہ انہیں عوام کا تقاضا حاصل نہیں ہوا، مگر عبدالغفار

پاکستان کی ۳۳ سالہ تاریخ میں مغربی جمہوریت تک
قام نہ ہو سکی۔

مقام پرست طبقہ ہمیشہ غلام حمزہ اسکندر مرزا، ایوب خان
اور یحییٰ خان جیسے مطلق العنان آدموں کی کئی آمریت کے سامنے
میں بجاؤں نہ ہوتا تھا۔ اسے جمہوریت کی اس شکل سے بھی خوف آتا
تھا جس میں اس طبقے کی بالادستی حاصل رہتی ہے، وہ عوام کے
خلاف مسلسل سازشیں کرنے رہے جمہوری حکومتوں کے قیام کے
راستے میں روڑے اٹکاتے رہے، ایوب خان سے قبل سرکاری دفاتر
کے منشیوں کا قبضہ رہا، ایوب خان سے فوجی جنتا، مندانہ اور پر
براجمان ہوئی، عوام کا دم گھٹا رہا، اسٹیٹ مشینری ان کا انحصار
کرتی رہی، مقام پرست طبقہ ان آدموں کے زیر سایہ پھیلنا چھوڑنا
رہا، اس کی ہوسنا گلابیں بڑھتی گئیں اور عوام پر باغیہ اور منطوق
عوام کی جبین کرناک ہوتی گئیں، دسمبر ۱۹۷۳ء میں انتخابات کا طعنه لگ
دیا گیا، برسرِ قتلہ طبقہ کو امید نہ تھی کہ مشرقی پاکستان میں عوامی
لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی اور سرحد اور بلوچستان
میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلماء اسلام سیسی سامراج دشمن
اور فرقہ پرست جماعتیں، اکثریت میں آجھریں گی، انتخابات کے
نتائج مقام پرست طبقہ کے مفادات کے خلاف تھے، اندرونِ خاتہ
سازشیں ہونے لگیں، انتخابات کا مطلب یہ ہو کر نہیں رہا کہ
مقتدر خاموشی سے عوامی نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے، عوامی

خواہشات کو پلٹنے اور دبانے کے لئے تو رجز اور لٹ پیر کا سہارا
لیا گیا، جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کا تنظیم المیہ رہا، مغربی
پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے رہنما، مشرّفوالفقار علی بھٹو بار بار
آنے والے طوفان کی طرف اشارہ کرتے رہے اور اقتدار کو عوامی
نمائندوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کرتے رہے۔ انہوں نے واضح
الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اگر دسمبر تک عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل
نہ کیا گیا تو حالات انتہائی سنگین ہو جائیں گے اور اس کی ذمہ داری
ہم پر پڑے گی، حالات نے ان کی پیشین گوئی کو حقیقت ثابت کر دیا۔
مشرق پاکستان پر یسٹ کی باجی اور بھارت کا قبضہ ہو گیا، یحییٰ خان
نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ملک کو داؤ پر لگا دیا، اب جبکہ
ان کے لئے مزید اقتدار سے چھٹے رہنا ناممکن ہو گیا تو انہیں مجبوراً
دستبردار ہونا پڑا۔

نئے صدر مشرّفوالفقار علی بھٹو کو سن بگڑے ہوئے فوجی
اور ملین الاقوامی حالات کا سامنا ہے، عوام اس سے پوری طرح
باتبر ہیں، ۳۳ سالوں کی گھٹن اور مصائب کے ہمیب بادلوں کے
درمیان میں سے نئی زندگی کی ایک کرن نظر آتی ہے، حالات کے
سنور تے ہیں دیگر گئے، لیکن عوام مایوس نہیں ہیں، انہیں
اس بات پر یگانہ بین ہے کہ عوام کو اتنے قریب سے دیکھنے کے بعد
بھٹو ان کے دکھوں کا مداوا بن جائیں گے خصوصاً ان کی عوامی
تقریر کا جو خوش خیر مقدم کیا گیا، پہلی بار انہیں محسوس ہوا ہے
کہ اسلام آباد کے لیوان صدر اور ساری ٹانوں کے درمیان سے

اعتماد اور اتفاق و اطمینان کی ادھیستی کے سامنے دیمبر پر سے ہٹ گئے
سارے فرقہ وارانہ گٹے، عوام کو پہلی بار اس بات کا خوشگوار احساس
ہوا ہے کہ دراصل وہی اقتدار کا سرچشمہ ہیں، میں آپ کی حمایت کے
بغیر ایک یونا ہوں، اور آپ کے تعاون سے کوہِ ہمالیہ چولے،
کراچی کے چھوٹے موٹے دکانداروں، کاریگریوں، مزدوروں،
اور طالب علموں نے ان کی تقریر اور لبِ لہجہ کو خصوصیت سے لہجہ
ان کا خیال ہے کہ پاکستان کی ۳۳ سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ صدر کی
جسٹیت میں ایک عوامی نمائندے نے عوام سے براہ راست اس انداز
میں بات کرنے کو کہا، یقین کیجئے۔ جو لوگ تجھے دوسریں
وہ تجھ سے بہت قریب ہیں، میرا کوئی رشتہ دار نہیں، میرے
رشتہ دار عوام ہیں۔

لیاقت مشرف کا لائق محمود آباد کے ایک سماجی کارکن
مشرّفوڈ نے کہا، بھٹو صاحب نے عوام سے بہت وعدے
کئے ہیں، انہیں اقتدار بھی مل گیا، اب انہیں چاہیے کہ وہ عوام
کے مسائل حل کریں، دے روزگاری ختم کرنے کیلئے خصوصی اقدامات کریں
نرسری میں سینٹری کے ایک دکاندار محمد فیاض نے اپنے تاثرات
بیان کرنے سے کہا، مجھے ان کی پہلی تقریر بہت اچھی لگی، ایسا لگا جیسے
میرا بڑا بھائی مجھ سے مخاطب ہے، یقین کیجئے مشرقی پاکستان میں
ہائے کاؤر اجم تھا، بڑی شرمندگی تھی، مگر بھٹو صاحب کی تقریر سے
متم کا بوجھ ہٹا ہوا اور شرمندگی ایک دم سے ختم ہو گئی، مجھے ان کی
تقریر کی سب سے اچھی بات یہ تھی کہ انہوں نے صاف الفاظ میں کہہ



مزدوروں کے مسائل حل کئے جا رہے ہیں۔ سید احمد کارنٹیر

”چھوٹے دکاندار بھی نئی اصلاحات کے منتظر ہیں۔ سینٹری۔ محمد قیاض

ایوانِ صدر اور اونگی ٹاؤن کے فاصلے کم ہو گئے

کے لئے جہاں بھی دو دو توں کو ملنے کی دقت دیکھی، ہمارے لوگوں کو ان کی تقریر بہت پسند آئی۔

حافظ نور محمد رنجیوں کا چھوٹا سا کاروبار کرتے ہیں۔ وہ

مٹر و القمار علی بھٹو کے زیرِ دست ملاح ہے۔ ان کی دکان

کے اندر مٹر بھٹو کی پانی تصویر بھی لگی تھیں۔ انہوں نے کہا۔

میں تو دن رات اللہ سے دعا کرتا تھا کہ خدا انہیں اقتدار دلا

وے۔ ویسے بھی وہ اس کے حق دار تھے۔ مگر انہیں یہ حق بھیجی نے

بہت دیر سے دیا۔ اس بہت دیر کی وجہ سے پاکستانیوں کو بڑی

شرمندگی کے دن دیکھنے پڑے۔ مگر بھٹو کے آجانے سے اب امید

پیدا ہو گئی ہے کہ ہم بھارت سے انتقام لے کر اپنا گھویا جلا دے گا۔

حاصل کر لیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ہر مسئلے پر غور کر دیا۔

دوستانہ طریقے سے۔ جڑا مائیاں کی باتوں سے حوصلہ بھی بڑھا۔

انہوں نے بظرف کئے جانے والے جزیروں کو مٹا دیا اور اقوامِ پاکستان

کے وزیروں کا نام دیا۔ تقریر کی یہ بات خاص طور پر پسند آئی۔

اگر ملک پر فوج کے ان ڈبیروں کا قبضہ نہ ہوتا تو عوام اور فوج کے

جیلے جواؤں کو بالخصوص یہ کیوں ہرگز نہ دیکھنے پڑتے۔

اقبال قریشی کو شہت چیتے ہیں، شہر کے ایک نواحی علاقے

لاٹری میں رہتے ہیں۔ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے

دیکر میرا کوئی رشتہ دار نہیں، عوام میرے رشتہ دار ہیں۔ عوام

سے بہت وعدے کئے گئے۔ اب وہ وعدہ کیا کہ ان وعدوں کو پورا کیا

جائے۔ اگر اب بھی عوام کا خواب پورا نہ ہوا تو شاید کبھی پورا نہ ہوگا۔

اسی دکان پر کام کرنے والے کارکن سلیم نے کہا۔ مجھے بھٹو صاحب کی

تقریر کا وہ حصہ بہت اچھا لگا۔ جس میں انہوں نے سرمایہ داروں

کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تیرے ملکی بنکوں میں روپیہ جمع کرنے والوں

سے کہوں گا۔ گو وہ اپنا روپیہ فوراً پاکستان میں واپس منگوا لیں۔

وہ روپیہ نہیں انسانی خون ہے۔ اس خون کی یہاں ضرورت ہے۔

سینٹری کے ایک دوسرے دکاندار منور علی نے تقریر کو

بہت پسند کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں عوامی احساسات کا رنگ

جھلکتا ہے۔ انہیں تقریر کا چھبہ زیادہ پسند آیا، جس میں کہا گیا تھا

مزدور ہاتھ چلاتے ہیں تو شہرتوں کا دل دھڑک اٹھتا ہے، کسان

ہل چلائے ہیں تو زمین سوتا اگلنے لگتی ہے۔ میں ان کے مسائل

سے بخوبی آگاہ ہوں۔ مزدوروں، محنت کشوں، کارکنوں اور

دشمنکاروں سے اب عزیزانہ انصافی نہیں کی جائے گی۔ اور ان کے

مسائل فوراً حل کئے جائیں گے۔

صدر میں پان کی ایک بھٹی می دکان کے مالک اسماعیل

یوسف نے کہا۔ مجھے بھٹو صاحب کی تقریر میں اور بڑیوں دونوں

چھوٹے ہی کہا۔ بھٹو صاحب کی تقریر میرے آس پاس کے تمام

دکانداروں نے بہت پسند کی، ان کی بیانات تو بہت اچھی سی گئی۔

آؤف خصوصاً غریب کی عزت کی بات، عام آدمی ہم ۲ سالوں سے

بے عزت ہو رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے ساری قوم بے عزت ہو گئی ہے۔ بھٹو

نے جزیروں کو مٹا کر افواجِ پاک تان کو گٹر کی سے پاک کر دیا۔ بھٹو

کام لے کر بھارت والوں سے بدلہ لے رہے ہیں۔ ہم نے تو ہتھیار کیا ہے

کہ حالات کو سازگار بنانے کے لئے ہر ملکات کا ساتھ دیں گے

اور شہر کی پاکستان کو آزاد کروائیں گے۔

اخبارِ وقت کرنے والے عبدالغفار نے اپنے اثرات

نکھوتے ہوئے کہا۔ مجھے بھی نے بڑے فلسفہ طریقے سے کام لیا

عوام کے سامنے رکھ دیا۔ میں انہوں نے مسائل حل کرنے کے لئے

عوام سے تعاون کی درخواست کی ہے۔ عوام کو ان سے تعاون کرنا

چاہیے تاکہ وہ قوم کے ہونے سارے وعدے پورے کر سکیں

انہیں برکتیں کا مرکز موقوف نہیں ملنا چاہیے کہ قوم اور ملک کی تعمیر

میں انہیں تمام کی طرف سے ہر پور تعاون نہ ملا، وعدے بہت

کئے گئے۔ ان پر عمل نہیں کیا گیا۔ بھٹو صاحب بھی وعدے کر رہے

ہیں۔ مگر ان کے وعدے اور پہلے والوں کے وعدوں میں فرق ہے

یہ کوئی نمائندہ نہیں۔ جب وقت چار پانچ جگہوں سے کامیاب

ہوئے ہیں۔ عوام کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان کے مسائل سے واقف

ہیں، اگر ان مسائل کو بھٹو نے بھی حل نہ کیا تو پھر آسان سے فرشتے

آئیں گے۔ میں نے ان کی پہلی تقریر سنی۔ اس سے پہلے ان کی کوئی تقریر

نہیں سنی تھی۔ ان کی سب سے اچھی بات تو یہ تھی۔ آپ میرا ساتھ دیں



مجھے پوری امید ہے کہ بھٹو صاحب عوام کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، حافظ نور محمد

عام آدمی کو رسوا کیا گیا اس لیے ملک کو رسوائی کا سامنا ہوا

منع کر دیا۔ بھٹو صاحب کی تقریر کا زیر دست خیر مقدم کرتے ہوئے کہا: اس ملک کی تباہی کی سب سے بڑی ذمہ داری بد عنوان نوکر شاہی پر عائد ہوتی ہے، فلاحی ملکوں میں نوکر شاہی عوام کی خدمت کے لئے ہوتی ہے، برعکس یہی کہہ سکتے ہیں کہ نوکر شاہی الیٹ انڈیا کی تباہی کا کارواں ڈاکو کی رہی، تباہ کن اور خطرناک بھٹو صاحب کو اس جانب خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں اشارہ کیا:

بھٹو صاحب کی پہلی نشری تقریر کے اہم پہلو مذہب ذیل میں جنہیں عوام کے مختلف طبقے سے تعلق رکھتے والے افراد نے خصوصیت سے پسند کیا۔

- عوام کو پہلی بار اسلام آباد کے قصر صراور اور وادی خانقہ کے درمیان فرق ختم ہونا ہوا محسوس ہوا۔
- اقتدار کا سرچشمہ عوام ہیں۔

کے معمولی کارکن ہیں، مگر کاغذ اور مشکل سے ہوتا ہے، اسکول کی فیس جمع کرنے میں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسکول سے نکال باہر کرنے کی جنگی مٹی ہے، اسٹر صاحب کو میرے گھر کی مشکلات سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، انہیں تو وقت بفرس چاہیے میں نے اپنے لوگ کے ساتھ بھٹو صاحب کی تقریر سنی، ان کی باتیں بہت اچھی لگیں، اگر وہ ہم جیسے غریب طالب علموں کے بارے میں بھی کچھ کریں تو بہت ہی اچھی بات ہوگی، انہوں نے طالب علموں سے وعدہ بھی کیا ہے، ہمارا تعلیمی نظام بڑا خراب ہے بڑے آدمیوں کے بچے بڑے بڑے اسکولوں میں پڑھتے ہیں، اور جرابور بڑا آدمی بن جاتے ہیں، ہمارے تو جیسے لوگوں کے بچے ہر لحاظ سے چھوٹے رہتے ہیں، پھر یہ بھی دیکھتے تھے کراچی میں ایک بھی سرکاری اسکول نہیں ہے، پرائیویٹ اسکول والے خوب پیسے بٹواتے ہیں، اب تو ایسا نہ ہوگا۔

کچھ بول رہے تھے کہ ایک گز بیڈیٹر اشرفی نام کا مہار کے سے

تو میں ہرالبہ سے زیادہ اوجھا ہوں، بھٹو صاحب کی اس بات سے ایک بات سمجھ میں آئی، انہوں نے عوام کی طاقت کا صحیح اندازہ لگا دیا، میدان کارپینٹری میں، پیر کی ایک جگہ میں رہتے ہیں چہرے پر پھر رہا ہیں، انہوں میں مشقت کے نشان ہیں، خوشحالی اور سر پرستی کی ٹوپی۔ میرے سوال سن کر مسکرا دیئے، بھٹو صاحب والے خوب ہوتے ہیں، کوئی بات ہو جائے، آپ لوگ اپنا مطلب نکالنا شروع کر دیتے ہیں، جہاں تک تقریر کا تعلق ہے، قابل تکرار حق ہماری بہت بڑی ہے، پوری قوم کو ایک بار بھڑپانے پر یوں بکھڑا ہونے کا موقع ملا، انہوں نے بتایا کہ اس ملک میں غریبوں کے ساتھ بڑی نا انصافی ہوتی، بڑے دکھ دیتے گئے، انہیں روٹی روزگار سے محروم رکھا گیا، زندہ درگاہ بندھے، تقسیم کے وقت میرا کیا کچھ تیار ہوا، مجھ جیسے لاکھوں کو روٹوں افراد ہونگے، جنہوں نے ایک آڑو ملک کی خاطر کیا قربان نہ کر دیا ہوگا، مگر ۲۲ سالوں سے ان تمام قربانیوں کو فراموش کر دیا گیا، غریبوں کو زیادہ غریب اور امیروں کو زیادہ امیر بنایا گیا، بھٹو صاحب نے ٹھیک ہی کہا کہ غریبوں کو رسوا کیا گیا اس لیے ملک کو رسوائی کے دن دیکھتے پڑے۔ اگر ملک کے مزدوروں اور چھوٹے آدمیوں کے ساتھ انصاف کیا جاتا تو شاید یہ دن نہ دیکھتے پڑتے، اس بار بھی میری دعا ہے عام آدمی کو خالی خالی وعدوں اور نعروں پر نہ رہا گیا تو پھر اس جتنے پریشانیوں کو ٹوٹ پڑے گی، لیکن مجھے امید ہے، پولیٹین ہے بھٹو صاحب اس ملک کیلئے قوم کے لئے اور ہم جیسے غریبوں کے لئے کچھ کر دیں گے اور مشرقی پاکستان کو واپس دلایں گے، ویسے ان کی تقریر کی ساری باتیں بہت اچھی تھیں، کاش وہ ایسے ہی اچھے اچھے کام بھی کر دکھائیں۔



”سرکاری اسکولوں میں انصاف کیا جائے۔“ تاج عثمانی:

کھیل کی تنظیموں کے اجارہ دار۔ اور قومی دولت کے ہیر پھیر

عہدیداروں نے جائیدادیں بنائی ہیں۔ انہیں ضبط کر لیا جائے گا
الغرض میں ان نام نہاد پیشہ ور قسم کے عہدیداروں کے
سیاہ کارنامے مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں، ان میں باگ بنائیم
کے چوہدری مٹا انوار چوہدری کا نام سرخبرست ہے اس آدمی نے
گزشتہ ۲۵ سالوں سے کھیل کی ۲۵ فیصد تنظیموں پر اپنی اہواؤ کی
قائم کر رکھی ہے موصوف نے سندھ اولمپک ایسوسی ایشن کے نام
سے ایک بوکس تنظیم بھی قائم کر رکھی ہے اس کے دفتر کا علم صرف
ان کی پارٹی کے افراد کو ہے۔ باقی کھیل سے دلچسپی رکھنے والے
تمام افراد اس پر سزا و فتنے سے لاعلم ہیں۔ انہوں نے بھی حال ہی
میں نیشنل سپورٹس ٹرسٹ قائم کی ہے اس کے ذریعہ آپ کا ٹکڑا
والا ملازنگ کے بالمقابل بندر روڈ پر کھیل کی ایک شاندار عمارت
قائم کرنے کے چکر میں ہیں۔ اس منصوبے پر کروڑوں روپے خرچ
ہوں گے۔ نئی حکومت کو اس مسئلے پر فوری توجہ دینی ہوگی اور اس
منصوبے کے پس پردہ کام کرنے والے سواکام کاپتہ چلانا ہوگا۔
مشرا انوار چوہدری کے لیدر دوسرے بڑے وڈیرے سٹریٹ
نفی ٹک کا نام ہے۔ آپ پاکستان ریسٹنگ فیڈریشن کے بھڑی
ہیں۔ یہ چوہدری گروپ کے سب سے بااثر آدمی ہیں۔ اب تک
اس تنظیم کے شرابے گناہ کھلاڑی ان کی انتخابی کارروائیوں
کا نشانہ بن چکے ہیں۔ کھلاڑیوں کو معطل کرنے میں انہیں خاص
مہارت حاصل ہے معطلی کی وجہ تباہی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے
سٹریٹ جیل اختر، وزیر کا شمار بھی انہیں اجارہ داروں میں
ہوتا ہے یہ ایک وقت ترین تنظیموں کے چیئرمین ہیں۔ ریسٹنگ
کی سیکشن کی کمی کے چیرمین ہونے کے علاوہ باگ ٹنگ اور ملی کی
تنظیموں کے بھی چیئرمین ہیں۔ حالانکہ ان کا سپورٹس سے کوئی
موزون تعلق نہیں ہے۔ بس چیئرمین ہیں۔ اور اس وقت تک
چیئرمین رہنے کا عزم رکھتے ہیں۔ جب تک انہیں زبردستی اس
میدان سے دھکا دے کر نکال باہر نہیں کیا جاتا۔
ایک ریٹائرڈ پولیس افسر مشرا اویلسن کے بانی ہیں
بھی کافی لکھا جا چکا ہے، جو پاکستان ایٹھلیٹک فیڈریشن کے
خود ساختہ سیکرٹری ہیں۔ اور اس پہلے اب تک بے شمار ملکوں
کا پیر قانونی دورہ بھی کر چکے ہیں۔
کھیل کی تمام تنظیموں سے ان ڈیریدا اور چوہدریوں کا
قلع قلع کرنے کے لئے نئی حکومت کو خصوصی توجہ دینی پڑے گی
پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن کے موجودہ ڈھاسیہ کو ختم کر کے
قوری طور پر کھیل کی تمام تنظیموں پر نیشنل ایک ایڈ باگ کمیٹی
تشکیل دینی ہوگی۔ اور اس نئے ہی معطل کئے جانے والے نام نہاد
عہدیداروں کے خلاف قوری کارروائی شروع کر دی جائے۔

کھیل کے وڈیروں کا بھی حساب کتاب ہو جائے

دلی شک نہ ہو گئے۔ انہیں بھی خان سے لگے کر دلی کی امید ہو گئی
اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کا استعمال اور دلی میں امن کے
اور اعلیٰ درجہ کی جنگ کے خلاف فتنے بکھرنے، عوام کے اسے
کھولنے سے جذبات کا نشانہ خصوصیت کے ساتھ کچی خان
بنے جن کے فتنے سے چھپنے رہنے کی بوس نے پاک تانیوں کو
دولت کو دیا، اور مشرقی پاکستان میں ایک دولت آمیز شکست
کا سامنا کرنا پڑا۔
بجلی حکومت کو عوام کے سامنے مقبلا ڈالنا پڑا۔ انہوں
نے بالآخر مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا مغربی پاکستان کی اکثریتی
جماعت پاکستان سپیڈ پارٹی کو اقتدار سوچ کر کچی خان نے
استعفیٰ دے دیا۔ کراچی کے عوام پاکستان کے دیگر علاقوں کی
طرح ۲۱ تنظیم ملیہ کے بنیادی دھماکہ دہی خان کو سمجھتے تھے
انہوں نے کھلے عام کچی خان کو گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلانا
کا مطالبہ کیا۔

بہر سارے واقعات پندرہ دنوں کے اندر اندر رونما ہو گئے
عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کئے جانے کے بعد بے شمار محاذ
نقزیہ اٹھنے لگے ہو چکے ہیں۔ لقیہ بھی چند دنوں میں تیز رفتاری سے
پرا جا رہی ہیں لیکن کھیل کے محاذ پر ہمیں اب پہلے سے زیادہ
معبوط اور جوکس رہنا ہوگا۔ ہمیں اپنے اصولوں پر زیادہ ثابت
قدمی سے اس وقت تک ڈٹے رہنا ہے، جب تک کھیل کے
بدعنوان جزیروں روڈیروں کا مصلحتاً نہیں ہو جاتا اور ان کی جگہ
اہل اور جانتا افراد منتخب نہیں کرتے جانتے۔ ہم اپنا قلم اس
وقت تک نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی حق گوئی ترک کریں گے
جب تک کھیل کے فتنوں کا حساب بیدار نہیں کر دیا جاتا۔

پہلے فوجی آمریت تھی۔ ہماری کوئی تنقید نہ تھی لیکن اب
عوامی نمائندوں کی اپنی حکومت ہے، اس لئے ہمیں اس بات پر
پورا یقین ہے کہ ان موقع پرستوں، اور کھیل کے دشمنوں کے
سیاہ کارناموں کو سامنے لایا جائے گا۔ اور کھیل کے ذریعہ جن

مطافعت علی سیدی

جنگ ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اس جنگ میں ہمیں ملک کے
ایک بڑے حصے سے محروم ہونا پڑا۔ چوہدری روفہ جنگ میں ناقابل مدد
نظم لگے اور شہر منگی کے گہرے دھکے پڑے اس کی بڑی وجہ یہ
ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ کے وہ نہرے دن بھلا دیئے جو فتوحات
اور کارناموں سے بھرے ہیں مشرقی پاکستان میں پاک فوج کے
ان سپاہیوں سے ہتھیار ڈالوا دیئے گئے، جو اپنی بہادری اور دلیری
کے سبب پوری دنیا میں مشہور مقام رکھتے ہیں۔ آئرس المناک
حادثہ کے پیچھے کیا ناز ہے، کون سی طاقتیں، خاموشی سے ہمیں اس
دولت اور رسوائی پر آمادہ کر گئیں، اس کا بھی جواب آنے والا وقت
ہی دے گا ہم نے بھارت کے رجعت پسند حکمرانوں کو ایک بار
نہیں کٹی بارشیدان جنگ میں پچھاڑا ہے مشرقی محاذ پر بہادری
اس عوامی شکست کے پیچھے ہیں الاوامی طاقتوں کی بیشتر دولتیں
بالآخر اپنا کام دکھا گئیں

اس المناک واقعہ کے ساتھ مکتی باغی اب تک ہزاروں
مغربی پاکستانیوں کو قتل کر چکی ہے۔ بھارت کے فاسخ فوج ایک
انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان کے قتل کے منظر کو خاموشی اور
پستیدگی کی نظروں سے دیکھ رہی ہے، سڑکوں، بازاروں اور
گیلوں میں بے شمار انسانی لاشیں بے گورو کفن پڑی ہیں اور
فاتح فوج ان لاشوں سے فاسخ انداز سے گذر رہی ہے، بھارت
کے رجعت پسندوں نے جس کا موقف تھا کہ اس نے مشرقی پاکستان
میں عوام کو سچانے کے لئے مداخلت کی تھی، اب اس کی آنکھوں
کے سامنے عوام کے دوسرے حصہ کے افراد وسیع پیمانے پر قتل
کئے جا رہے ہیں۔

مشرق پاکستان کے سقوط کے بعد مغربی پاکستان کے
محاذ پر فائر بندی کی بجلی حکومت کا سب سے بدنام واقعہ ہے جسے
پاکستان کسی نہیں بھلا سکتے۔ بھارتی وزیر اعظم سر اندرا گاندھی
کی لڑیل ہو مغربی پاکستان میں جنگ بندی سے پاکستان کے عوام



داؤد کاشن ملز کے مزدور اقبال احمد خان اور شاہ جہاں خان جو پولیس کے قلم و تشدد کے شکار ہوئے۔

سیٹھ داؤد کا حکم چلا اور ظلم کے دروازے کھل گئے

افتح رپورٹ

پاکستان کی تاریخ امتحان
ظلم و استبداد اور جبر و تشدد کی
تاریخ ہے۔ ۳۳ سال سے مزدوروں، کسانوں،
طالب علموں اور عوام پر ظلم و ستم سہوار ہے۔ مزدور
اپنے حقوق کے حصول کے لئے اپنی جمہولی جدیل کا
کہاں کہاں نہیں پھرا۔ قانون کے تحت ملنے والی
مرامات کا مطالبہ کیا تو ملز مالکان کے زرخیز
خزینوں نے اسے زد و کوب کیا اور بے روزگاری
قانون کے محافظوں سے شروع کیا تو خود ہی مجرم
قرار پایا۔ قانونی ہڑتال کی تو اس کے غرور پسینے کی
کمان سے ٹپتے ہانے والے معمول پر پلنے والی

پولیس نے اس کے سینے کو گولیوں سے چھیدا
ڈالا۔ مزدور نے اذیت مانگا تو اس سے
زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا گیا۔ میرے دیس
کی گھیاں کو بچے، سڑکیں، دروازے گواہ ہیں کہ وہ
کون سا ظلم ہے جو ان مظلوم محنت کشوں پر روا
نہیں رکھا گیا۔

ایوب خاں گیا۔ مارشل لا آیا۔ نئی لیبر پولیس
کا ڈھونگ بچایا گیا۔ نام نہاد مزدور لیڈروں نے
حسب روایت اس پولیس کی مداح سرانی کی اور
تعریفیں ہیں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتے
صرف انھوں نے بلکہ ان مزدور رہنماؤں نے بھی
اس پولیس کا غیر مقدم کیا جو بزم خود ترقی پسند بنے
ہوئے ہیں۔ ایسے تمام رہنما خود خاں کی

خوشامد کرنے میں معروض تھے۔ لیکن اس پولیس
کا پول جلد ہی کھل گیا۔ اور مزدوروں کو معلوم ہو
گیا کہ استعمالی نظام کی گروت دیسی ہی ہے۔ اور
اب بھی کارخانوں میں لہو گھٹکتا ہے انسانوں کا
چنانچہ حالات نے انھیں اپنا مقدر کو بدلنے کی
ضرورت کا احساس دلایا اور مقدر صرف اور صرف
جدوجہد، جدوجہد سے ہی لایا جاسکتا ہے۔

اس مقدر کو بدلنے کے لئے ۳۵ مارچ
۱۹۶۰ء کو داؤد کاشن ملز کے مزدوروں نے قانونی
ہڑتال کی۔ ہڑتال کا جو ناکامی اجلاہ دوسرا یہ در
نوکری شاہی، اور اس کے ایجنٹ ایک دوسرے
کے مفادات کے تحفظ کے لئے حرکت میں آگئے۔
داؤد کے مفاد پر زد و پڑی۔ کراچی کی انتظامیہ

”یہ لیڈر لوگ ہیں، ان کی خوب خاطر کرو“ سیٹھ ابو

نے لائنڈھی ایریا کو پولیس اسٹیٹ میں تبدیل کر دیا اور محنت کشوں پر ایک نئے قانون سے ظلم و تشدد کی داستان رقم ہوئی۔ اس ظلم و تشدد کا مقصد یہ تھا کہ داؤد ملز کے مظلوم محنت کشوں پر اپنی قوت کا مظاہرہ کر کے مزدور تحریک کو کچلا جائے۔

اقبال احمد خاں اور شاہ جہاں خاں داؤد کاٹن ملز لیبر یونین کے سرگرم کارکن ہیں۔ بڑنال کے بعد یہ دونوں اپنی یونین کے صدر و خواجہ نجیب کے ساتھ ملز سے باہر آ رہے تھے کہ پولیس نے جوگیٹ پر پہلے ہی قبضہ کر رکھی تھی۔ باہر نکلنے سے روک دیا۔ گیٹ بند تھا۔ ایک ڈی ایس پی کی قیادت میں پولیس کی بھاری تعداد گیٹ پر موجود تھی۔ سیٹھ ابو اور ملز کا تفسیر بکاڑ خاص ایس ایس جعفری بھی وہاں موجود تھے۔ سب بٹا رہے تھے کہ ”میں باہر چلنے نہیں دیا جائے گا۔ تم اپنے آپ کو گرفتار تصور کرو“ خواجہ نجیب نے کہا کہ ”ہماری بڑنال قانونی ہے۔ آپ بغیر وارنٹ کے نہ تو ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں اور نہ بلاوجہ روک سکتے ہیں۔“ اس پر ڈی ایس پی نے ددورغ بیانی سے کام لیتے ہوئے انھیں لفٹیں دلایا کہ آپ قطعی آزاد ہیں۔ صرف ایس پی اور ایس ڈی ایم کی آڈیکس یہاں رہیں وہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ تین بجے کے قریب ایس ڈی ایم صاحب آئے اور انھوں نے کوئی پوچھ گچھ کئے بغیر انھیں حوالات میں لے جانے کا حکم دے دیا۔ اور اس طرح انھیں ڈرگ کالونی کے تھانے میں بند کر دیا گیا۔ تھانے میں ان پر کیا جاتی یہ آپ اقبال خاں کی زبانی سنئے۔

”ڈرگ تھانے کی حوالات میں بند ہونے“ ایک گھنٹہ ہی گزرا کہ گا کہ لائنڈھی تھانے کا اے ایس آئی نمبر ۱۲۷ جو سیٹھ داؤد کا فاضل آدمی شمار کیا جاتا ہے، حوالات میں داخل ہوا اور آتے ہی ماں بہن کی گالیاں بکنے لگا۔ بچے بالوں سے کچڑا۔ میرے سر کو تین چار ہار دیوار سے ٹکرایا۔ مجھے چکراتے اور فرش پر گر پڑا۔ اس پر بھی اسے کوئی رحم نہ آیا۔ اس نے لاتوں، مکوں

کی بارش کر دی۔ اور ڈنڈے سے میرے مٹھوں پر شدید ضربیں لگائیں۔ درد اندکرب سے میں چلا اٹھا۔ اس کے بعد وہ خواجہ نجیب اور شاہ جہاں خاں کو زرد کوپ کر کے بعد باہر چلا گیا۔ اس دن ہمیں شام کا کھانا بھی نہیں دیا گیا۔ ”اگلے دن یعنی ۳۴ تاریخ کی رات کو ایک بج کر چالیس منٹ پر شکوہ اے ایس آئی دوبارہ حوالات میں داخل ہوا۔ گالیوں سے نوانے کے بعد اس نے کہا ”ملز چالو ہو گیا ہے۔ تمام مزدور کام پر آگئے ہیں۔ چلو تھیں سیٹھ نے بلوایا ہے۔“ خواجہ نجیب اور مجھے تھک کر ٹولوں میں جکڑ کر حوالات سے باہر نکالا گیا۔ شاہ جہاں خاں اور دیگر ۷ افراد حوالات میں ہی بند رہے۔ ہمیں پولیس وین میں داؤد ملز میں لے جایا گیا ملز کے احاطے میں وین روکی۔ پولیس کی بھاری تعداد نے ہمیں گھیر لیا اور ملز کے افسر بکاڑ خاص۔ ایس ایس جعفری کے دفتر میں لے جایا گیا۔ دفتر کے برآمدے میں سیٹھ ابو نے شکوہ اے ایس آئی سے کہا ”یہ لیڈر لوگ ہیں ذرا ان کی خاطر تواضع کرو“ شکوہ نے جواب دیا ”سیٹھ نگو نہ کرو ایسی خاطر کروں گا کہ یہ یاد رکھیں گے۔“ ایس۔ ایس جعفری کے کمرے میں سپاہیوں کی مدد سے شکوہ لائے۔ ایس آئی نے میرے کپڑے اتروائے میں نے مزاحمت کی تو کپڑے بھٹ گئے۔ بونہرہ کرنے کے بعد مجھے فرش پر گر لیا گیا۔ ایک سپاہی میری گردن پر دوسرا بازوؤں پر تھیرا کر پڑا اور دوسری ٹانگوں پر کھڑے ہو گئے۔ شکوہ نے جو شراب کے نشے میں چور تھا اور جس کے منہ سے شراب کے پھیلے نکل رہے تھے۔ اس نے پچ پتر سمیلا اور ”آجا مورے بالما“ کہہ کر میرے کولہوں پر ملنا شروع کر دیا۔ میں تیسری ضرب میں بے ہوش ہو گیا۔“

اقبال خاں نے بتایا کہ جسم پر سپاہیوں کے کھڑے ہونے سے خون کی گردنوں تک جاتی ہے اور اس پر جب پچ پتر مارا جاتا ہے تو خون ایک

جگہ جمع ہو جاتا ہے۔ اور اگر زیادہ مارا جاتے تو گوشت پھٹ جاتا ہے۔ اقبال خاں کو جب ہوش آیا تو اسے ایسا فسوس ہوا کہ اس کا پچھلا دھڑ بالکل مغفوج ہو چکا ہے۔ درد کی میں پوری بدن میں اٹھ رہی تھی۔ اس نے پانی مانگا ایک سپاہی بالٹی میں پانی لایا۔ پانی میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ شکوہ نے کہا ”گلاس نہیں ملے گا۔ بالٹی میں منہ ڈال کے پیو۔“ چنانچہ اقبال نے ایسا ہی کیا جب وہ پانی پی رہا تھا تو شکوہ کڑھا کڑھا کہہ کر مذاق اڑا رہا تھا۔

رات کو تین بجے اقبال اور خواجہ نجیب کو کالا بورڈ تھانے میں لے جا کر بند کر دیا۔ اقبال درد و کرب کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکا۔ ۲ مارچ کو شام چار بجے انھیں کراچی سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا جیل کے حکام کو سیٹھ داؤد کا ٹیلی فون پہلے ہی مل چکا تھا چنانچہ جیل کے حکام نے ”ماری“ میں ہی اقبال اور خواجہ نجیب کو سخت زد و کوب کیا۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ اقبال اور شاہ جہاں کو دوسرے دن کام پر لگادیا۔ رسی ڈول اور بھاڑ دوسرے کرا انھیں پانچانے کا گندہ پانی جیل کے باغیچے میں ڈالنے کو کہا گیا حالانکہ ان لوگوں کو ابھی سزا نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ابھی مقدمہ ہی شروع نہیں ہوا تھا۔ اور قانون کی رو سے ملزموں سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ لیکن سیٹھ داؤد کی ہدایات کے مطابق ان سے جبری بیگار لی گئی۔ دوسرے دن انھیں جیل کی زیر تعمیر فیکٹری میں پتھر اٹھانے پر مامور کیا گیا۔ غرض کہ داؤد ملز کے مزدوروں سے جیل کے حکام نے جبری بیگار لے کر داؤد سیٹھ کی خوشنودی حاصل کی۔

اقبال خاں اور شاہ جہاں کو پولیس نے اس وقت تک عدالت میں پیش نہیں کیا گیا جب تک کہ وہ تندرست نہیں ہو گئے۔ شاہ جہاں کے ساتھ عجیب سی ستم ظریفی ہوئی۔ پولیس کو شاہ

فینسی کے وارے نیاے جاری ہیں

اس نے اپنا معقول انتظام کر لیا ہے

الفتح رپورٹ

۲۲ خان دان پاکستانی عوام پر آسیب کی طرح مسقط میں گذشتہ ۲۴ برسوں میں برطانیہ سے عوام کا انحصار کیا گیا خون کا ایک ایک قطرہ بچوڑا گیا، لوٹ کھسوٹ کے لئے طرح طرح کے حربے ایجاد کئے گئے کراچی گیس کمپنی پر فینسی فائڈز کی اجازت دیا ہے، ایک جاگیر ہے، جہاں فینسی ڈیوٹی شاہی کاراج ہے، اس کے احکامات سے رائج الوقت ہیں۔

کراچی گیس کمپنی سے ہر ماہ صارفین کے میٹروں کی ریڈنگ لیٹی تھی، ہر ماہ مل جانے جاتے تھے، صارفین ہر ماہ مل کی ادائیگی کر دیا کرتے تھے، ایک دو مہینہ دیر کے فائڈز کا بل عموماً پندرہ روپے کے لگ بھگ ہوتا تھا، وہ اپنی حدود آمدنی میں سے بآسانی پندرہ روپے ادا کر کے بوجھ بٹا کر لیا کرتے تھے، لیکن بیک ایک حکم صادر ہوا کہ صارفین کے میٹروں کی ریڈنگ دو ماہ بعد لی جائے ایک ماہ کا بل امانڈا بھیج دیا جائے، اب حالت یہ ہے کہ جو بل امانڈا بھیجا جاتا ہے، وہ اصل بل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، دو ماہ کے بعد میٹر ریڈنگ لی جاتی ہے اور امانڈا بل کی ناند وصول شدہ رقم اس سے کم کر دی جاتی ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو ماہ کا بل بھی اتنی رقم کا نہیں ہوتا، جتنی وہ قیمت بل کے ذریعے وصول کر لیتی ہے، نتیجتاً ناند وصول شدہ رقم لگے بلوں میں بڑھوٹس ادائیگی کے طور پر ورنہ کر دی جاتی ہے۔

اس طریقہ کار کی وجہ سے فینسی کے وارے نیاے ہو گئے ہیں، بلوں کی ادائیگی پتہ چلی ہو جاتی ہے، ہر چارچہ اور منہم چارچہ بھی صارفین کو زیادہ دیا پڑنے میں، طریقہ کار میں تبدیلی اس لئے بھی کی گئی کہ میٹر ریڈنگ کے لئے زیادہ اسٹاف نہ رکھنا پڑا، صارفین کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، لیکن اسٹاف میں اضافہ نہیں کیا جا رہا ہے۔

کراچی گیس کمپنی کے برعکس کراچی ایکٹرک سہلائی کارپوریشن

جو پہلے دو ماہ کا امانڈا بھیج کر تھی، عمل میں اضافہ کرنے کے بعد ہر ماہ مل بھیجتے تھے، حالانکہ ایکٹرک کے صارفین کی تعداد گیس کے صارفین سے ہزاروں گنا زیادہ ہے۔

فینسی فائڈز کو اپنے ملازمین کی صحت اور تحفظ کا ذمہ بھر خیال نہیں چارٹ ریڈنگ کرنے والوں کو آٹھ گھنٹے اسکوڑ پر دودھ کرنا پڑتا ہے، اسکوڑ سوار کے لئے کنوٹ اور عینک لازم و ملزوم ہیں، لیکن ہاشیہا کمپنی کی جانب سے آج تک ہاشیا نہیں کی گئی، حالانکہ اس سلسلے میں متعدد بار نا انصافیوں سے رجوع کیا گیا، لیکن ہر ماہ مل دیا گیا۔

ڈیرہ غازی خان

میں حکومت کے

قانون نہیں چلتے

رئیس عدلیہ

ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب کا دوسرا فائدہ اور سپانہ ضلع ہے، گھریلو صنعت کے علاوہ لوگوں کی ذرائع آمدنی زراعت سے منسلک ہے

ضلع ڈیرہ غازی خان کی پسماندگی عہد غلامی کی یاد تازہ کرتی ہے، زراعت اور صنعت کی معدنیات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، گذشتہ برس ڈیرہ غازی خان کے صحافیوں نے جب علاقہ راکھی منہ کی پہاڑیوں میں دریا دانت شدہ خام لوہے کے ذخائر کا معلوماتی دورہ کیا تو معلوم ہوا کہ عظیم ذخائر کی چار

ہنزہ

سے

جائگہ

مٹ

فٹ وزارت تیرہ چودہ میل میں پھیلی ہوئی ہے اور اکثر مقامات پر یہ چھوٹا ڈیم ہے اور اپنی خوبیوں کے باعث نہ صرف کالاباغ بلکہ چترال، چاغی اور پاکستان کے دوسرے مقامات کے تمام ذخائر سے بہتر ملکہ اسے جنوبی، فرانس اور بھارتیہ وغیرہ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

کچھ ایسی تجزیہ کرتے سے معلوم ہوا کہ اس میں ۱۴۴ فیصد لوہہ ہے، جبکہ کالاباغ کے لوہے کی اوسط ۳۲ فیصد ہے اس کے باوجود یہاں اسٹیل مل بھی قائم نہیں ہو سکی، جبکہ جہلم کو دریا کی بنیاد پر کھاد فیکٹری کا قیام مل میں لایا جا سکتا تھا، گنا اور کپاس کی پیداوار پنجاب کے کسی ضلع سے کم نہیں، مگر اسٹیل جاگیر داروں کا جنہوں نے اس ضلع کے نام پر حاصل کردہ مل لائسنس صنعتی علاقہ کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں فروخت کر دیئے اور شوگر مل اور ٹیکسٹائل مل آج تک قائم نہیں ہو سکی غنیمت ہے کہ یہاں کاٹن فیکٹریاں قائم ہو چکی ہیں اور ہر سال تقریباً اسی ہزار روپی کی گانٹھیں تیار ہوتی ہیں۔

اس سال کپاس کی پیداوار گذشتہ برسوں سے بہت بہتر ہے لیکن پھوٹے کسان اور کپاس کے بیوپاری کاٹن فیکٹریوں کے مالکان کے ہاتھوں یہ عہد پریشان حالی کا رخاتہ داروں نے اپنی یونین کی تشکیل کے فوراً بعد بیوپاریوں کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیا ہے، کارخانہ داروں کی مل جلجت کے سبب کپاس کے نرخ دس روپے اور پندرہ روپے من تک کم کر دیئے گئے، کارخانہ دار بنگالی حالات کا جواز پیدا کر کے بیوپاریوں کا مال اٹھانے سے انکار کر دیتے ہیں جب دور دراز کا سفر ملے کر کے کپاس کا رخاتہ پہنچائی جاتی ہے تو کارخانہ دار صاف کہہ دیتا ہے کہ بنگالی حالات کے پیش نظر ٹیکسٹائل مل کے مالکان

کے پیش نظر شوگر مل، ٹیکسٹائل مل اور گھی مل کا قیام ضروری ہے تاکہ ضلع کے ملاحوں افراد کو روزگار فراہم ہو سکے اور روزگار کی تلاش میں صنعتی علاقوں کا رخ کرنے کی بجائے اپنے ضلع میں رہ کر کچھ کچھ چین کی زندگی بسر کر سکیں۔



سے ملی سبکدستی کی وجہ سے بسیراء لاکھوں نہیں ہوتا۔ یہ کائن فیکٹر باں صرف چھ ماہ چلتی ہیں جن میں دیہات کے کسیت مزدور بے کاری کے سبب بہت کم معاوضہ پر مزدوری کرتے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اجد چھ ماہ کے بعد درود کی کھوکریں کھاتے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اس لئے کمپاس، گنا اور بولہ حاضر مال

روٹی کی رقم ادا نہیں کر رہے اس لئے ہم کمپاس خریدنے سے معذرت چاہتے ہیں۔ ہنگامی حالات کا ہوا دیکھا کر کارخانہ دار کمپاس کے بہت کم نرخ لگا رہے ہیں یعنی کمپاس کا بھار ۵۵ اوون سے گر کر ۶۰ تک آچکا ہے۔ کارخانہ دار دھڑا دھڑائی کی کانٹیں تیار کر کے سپلائی کر رہے ہیں، لیکن سرمائے کو فیملیوں میں بند کئے بیٹھے ہیں۔

اس سال سے بیشتر کارخانہ دار یورپا ریلوں سے جنگ پریس، ٹاٹ اور پتی وغیرہ کے اٹھارہ روپے وصول کرنے سے لیکن اب انھیں باجی صاحب منشا پھوڑا کم یا زیادہ وصول کر رہے ہیں۔ ایک اور اصول وضع کر دیا گیا ہے۔ جن کے مطابق ہر یورپائی سے روٹی پروڈکٹ کی من کٹوتی کی جاتی ہے کٹوتی اخراجات، کم نول سے اس سال کارخانہ دار ناچار فائدہ اٹھا رہے ہیں مزدوروں کو بہت کم معاوضہ دیا جاتا ہے اگر کوئی مزدور احتجاج کرتا ہے تو کھڑے کھڑے نکال دیا جاتا ہے مرنوں کے علاوہ کاش فیملیوں میں ایک شغف محنت کش عورتوں کی ہوتی ہے اور مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو بہت قلیل یعنی صرف ڈیڑھ دو روپے معاوضہ دیا جاتا ہے، ایک ایک فیکٹری میں چھ چھ سو مزدور ہونے کے باوجود کارخانہ داروں کی نوکرتی

ہم

بھٹو کے ساتھ ہیں

سید امیر حسین شاہ

پاکستان پیپلز پارٹی کراچی کے رہنما سید امیر حسین شاہ اور بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے نائب صدر فیض بلوچ نے اپنے مشترکہ اخباری بیان میں کراچی میں ہونے والے حالیہ ہنگاموں کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ہنگامے رجعت پسند اور

شکست خوردہ سیاسی جماعتوں کے اشتابے پر کئے گئے۔ تاکہ موجودہ کوآئی ناشرہ جماعت کی دشواریوں میں مزید اضافہ کیا جائے۔ یہ ہنگامے کوآئی حکومت اور عوام کے خلاف ایک منظم سازش کی ایک کڑی ہیں انہوں نے سازشی عناصر کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ عوام دشمن سازشوں سے باز آجائیں ورنہ انہیں کوآئی فیض و عقوبت کا سامنا کرنا پڑے گا پاکستان کے مزدور و کسان، طلباء اور محنت کش عوام کسی سماجی اور عوام دشمن سازش کو برداشت نہیں کریں گے۔

سید امیر حسین شاہ اور فیض بلوچ نے اپنے بیان میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے انہیں عوام طاقتوں کے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ پاکستان کے عوام اپنی انقلابی جدوجہد کو آخری فتح تک جاری رکھیں گے۔

بقیہ: ظلم و تشدد کی کہانیاں

جہاں خاں ولد محمد خاں نامی ایک مزدور طلبہ تھا۔ وہ ہانفہ آیا تو اس نے شاہ جہاں خاں ولد محمد خاں کو گرفتار کر لیا۔ اس نے بہت احتجاج کیا۔ لیکن بے سود۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ ”ولدیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ لیکن پولیس نے عدالت میں مقدمہ پیش کرتے وقت ولایت میں تبدیلی کر دی۔ اور اس طرح ایک بے گناہ کو سزا دی۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی کے برطرف شدہ ملازمین

پاکستان کے نئے صد کو مبارکباد دیتے ہیں

مبارکباد دیتے ہیں وہ پریس ورکرز جنہیں میر خلیل الرحمن مینجنگ ڈائریکٹر روزنامہ جنگ پٹی وکری نے محض یونین سازی کے جرم میں برطرف کر دیا اور کہا۔

”جاؤ بھٹو سے نوکری مانگو“

مبارکباد دیتے ہیں وہ پریس ورکرز جن کے ہاتھ جنگ کی مشینیں چلاتے ہوئے کٹ گئے اور ان کا علاج کروانے کی بجائے انہیں ملازمتوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور آج بھی وہ در بدر کی ٹھوک کھا رہے ہیں۔ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے آپ کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔

مبارکباد دیتے ہیں وہ کارکن سماجی جنہیں سوشلسٹ ہونے اور پریس کے دوسرے کارکنوں کے حقوق کی جدوجہد کی حمایت کرنے کے جرم میں ۱۵ اپریل ۱۹۷۸ کو پی ایف بوجے کی ملک گیر ہڑتال کے بعد ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا۔ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کئے گئے اور انہیں طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی کے برطرف شدہ ملازمین کے کالوں میں آج بھی جناب صدر مملکت لاوہ لغو گونج رہا ہے جو جنگ راولپنڈی کے کیمپ میں بلند ہوا تھا ”روزنامہ جنگ سے ہماری جنگ ہے۔“ بھٹو منجانب: عبدالستار رفعتی

سابق خزانچی جنگ ایمپلائز ایسوسی ایشن راولپنڈی۔

ہفت روزہ الفتح اپنے قارئین کو پاکستان کے سلسلے میں بین الاقوامی دنیا میں ہونے والی سازشوں سے باخبر کرنے کے لئے یہ سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ شجاع بخاری ایک کہنے مشفق اور باخبر صحافی ہیں۔ وہ اپنے خصوصی ذرائع، یادداشتوں اور باقاعدہ حوالوں سے ان سازشوں کا پردہ چاک کر رہے گے (ادارہ)

اسٹیل ملز کارپوریشن کے مذاکرات کی ناکامی سے ماسکو چراغ پا ہو گیا

شجاع بخاری کے قلم سے

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد سے امریکہ پاکستان دوستی کا کھلم کھلا دم بھر رہا ہے۔ جبکہ ابلاغ عامہ کے عالمی ذرائع بتاتے ہیں کہ امریکہ بے حد غیر سیاسی مسائل پر روس کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ آج امریکی حکومت کا دعویٰ ہے کہ ۱۶ دسمبر کو بھارتی فوجوں کے ڈھاکہ پر قبضے کے وقت اس نے بھارتی حکومت پر دباؤ ڈالا تھا کہ بھارت مغربی پاکستان کے محاذوں پر بھی جنگ بندی منظور کر لے لیکن بھارتی وزیر اعظم مہرا نے انکار کیا اور اس امریکی دعویٰ کی تردید کر دی ہے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ڈھاکہ میں بھارتی فوجوں کے داخل ہونے کے بعد جب انہوں نے پارلیمنٹ سے خطاب کیا تھا تو انہوں نے کو ساڑھے آٹھ بجے تمام سے مغربی پاکستان کے محاذوں پر بھی جنگ بندی کا فیصلہ نہادیا گیا تھا۔ اور اس فیصلے میں کوئی امریکی حکمت عملی شامل نہیں تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھارت نے مغربی پاکستان کے محاذوں پر جنگ بندی امریکی حکام کے دباؤ کی وجہ سے تسلیم نہیں کی تو کیا روسی حکومت بھی اس بھارتی فیصلے سے لاعلم تھی؟ یقیناً آئی ہے کہ ایسا ممکن نہیں تھا۔ روس اور بھارت کے درمیان جو فوجی معاہدہ موجود تھا اس کے تحت بھارتی حکومت نے ضروری روسی حکومت کو اپنے فیصلے سے باخبر کیا ہوگا۔ لہذا جنگ بندی کے لئے یہ بھارت اور روس کے درمیان مفروضہ ہی رابطہ قائم ہوگا۔ اس استدلال کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ امریکی حکومت کا روس کے ارباب اقتدار سے سقوط ڈھاکہ سے قبل ہی معاملے ہو چکا تھا لہذا اب امریکی استدلال سمجھ ہی آسکتا ہے کہ بھارت نے مغربی پاکستان میں جنگ بندی کے لئے امریکہ نے روس کے ذریعے ضروری دباؤ ڈالا ہوگا۔ اور روسی حکومت نے بھارتی ارباب اقتدار سے مغربی محاذ پر جنگ بندی کا فیصلہ تسلیم کر لیا ہوگا۔ اس طرح امریکہ نے براہ راست بھارت کو جنگ بندی

کے لئے دباؤ نہیں ڈالا، عالمی سیاست کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے روس نے امریکہ کی طرف سے دباؤ ڈال کر بھارت کو مغربی محاذ پر بھی جنگ بندی کی رائے دی، اب چونکہ امریکہ براہ راست بھارت سے رابطہ نہیں رکھتا تھا اس لئے بھارتی وزیر اعظم نے اندر گاندھی کی نزدیکی تسلیم لیکن امریکی حکام نے یہ بات کہہ کر صورت حال واضح کر دی ہے کہ امریکہ نے مغربی محاذ پر جنگ بندی کے لئے بھارت پر دباؤ ڈالا تھا حالانکہ امریکی حکام کو واضح طور پر یوں کہنا چاہیے تھا کہ امریکہ نے روس کے ذریعے بھارت پر دباؤ ڈالا تھا کہ مغربی محاذ پر جنگ بندی کی جائے۔

پھر حال مغربی پاکستان کے محاذ پر جنگ بندی ہو گئی لیکن فوجیں ابھی تک سرحدوں پر ہی ہوئی ہیں اور ہم امریکہ اور روس کی سیاسی حکمت عملیوں کا نشانہ رہیں۔ مغربی پاکستان جو دم اکروڑ مسلمانوں کے ملک پاکستان کا ایک فعال بازو تھا۔ مغربی طاقتوں کی رشتہ دہانیوں کی نذر ہو گیا ہے یہ آثار المیہ ہے کہ وطن عزیز کے عوام اس عظیم معاشرہ کو آسانی سے نہیں بھولی سکتے بھولیں ہی تو کیونکہ بھولیں مغربی پاکستان کی سات ساڑھے سات کروڑ آبادی بھارتی جنگل میں جا چکی ہے، پاک افواج کے زراٹوں سے ہزار ہا لے سپاہی دشمن کی قید میں ہیں مغربی پاکستان کے ہزاروں خاندان سو گوار ہیں لیکن عالمی بڑی طاقتوں نے ناشانی ہی ہوئی ہے۔ روس بھارت سے اپنے سیاسی مفادات طے کرنے کی فکر میں ہے امریکہ بھارت اور بھارتی اتحاد میں اپنا سیاسی اثر چلانے کے لئے تنگ دو کر رہا ہے۔ چین کھلم کھلا پاکستان کے حق میں بھارت کو جارح کہہ رہا ہے۔ لیکن امریکہ اور روس حقیقت سے ہٹ کر اپنے اپنے سیاسی مفادات کے پکڑ میں لھے ہوئے ہیں اور پردہ اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے لابلہ بھی رکھتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان سے امریکہ اور روس کے کون سے مفادات وابستہ ہیں۔ مسئلہ صاف

اور واضح ہے۔ روس بھارت کے دو جزیروں انڈیمان اور نکوبار میں اپنے بحری اڈوں کے لئے جگہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ برائے خلیج بنگال تک سمندری راستوں پر اس کی برتری تسلیم کر لی جائے گمان غالب ہے کہ روس ان جزیروں میں جلد ہی بھارتی ضمانتی سے فوجی اڈے قائم بھی کر لے گا۔ اور امریکہ بھارت کی طرف اندرونی طور پر اس عرض سے جھک رہا ہے کہ خلیج بنگال کا راستہ اس کے لئے بھی کھلا رو سکے اور خلیج بنگال میں چپا کانگ کی بندرگاہ پر اس کا اثر قائم ہو سکے روس نے بھارت سے جو دعویٰ کی پیٹنگیں بڑھائیں ہیں اور نیگلینڈیش کے قیام کے لئے اس کی جو فوجی امداد کی ہے اس کے پس منظر میں روس کا ایسا ہی ہے کہ نیگلینڈیش کی آزاد حکومت بھارت کی تحریفی میں قائم ہو جائے تاکہ خلیج بنگال میں چپا کانگ تنگ اس کا سیاسی اثر بھی قائم ہے امریکی زمرہ اور اس کی اس پالیسی کو ہر ممکن طور پر ناکام بنا کر خلیج بنگال پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں امریکی حکام چاہتے ہیں کہ نیگلینڈیش کی حکومت ان کی سیاسی پناہ میں آجائے۔ روس کے زیر اثر رہے نیگلینڈیش کے علاقے پر اگر اس کے زیر اثر حکومت قائم ہو جائے تو اس صورت میں خلیج بنگال میں چپا کانگ تنگ امریکی فوجی اڈوں کے قیام کا حتمی امکان ہو سکتا ہے۔

الفصلہ روس اور امریکہ بھارت اور خلیج بنگال پر اپنا سیاسی تسلط چلانے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں مغربی پاکستان میں جو تناظر سیاسی المیہ گزرا ہے جس میں لاکھوں انسانوں کے خون سے بولی کھیل گئی اس سیاسی المیہ کے اندر ہی سیاسی مضمرات کو چھوڑ کر بین الاقوامی سیاسی مضمرات میں اس اور امریکہ کے درمیان سیاسی حلقہ اثر کے طے کرنے کا معاملہ بھی شامل ہے بلکہ اس مسئلہ کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ان ہی بڑی طاقتوں نے مغربی پاکستان کے اندرونی سیاسی حالات کی بھائی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر حالات کو اس توجہ تک

رابطہ کی اسلامی کانفرنس میں بھٹی کچھ زیادہ پی کر شریک ہوتے

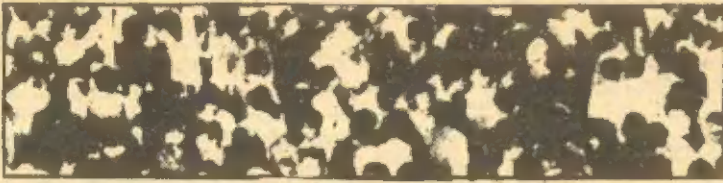
بہنہ ہی باب ہے۔ اب حالات واقعات ایک ایسی ہیچ پرانے ہیں کہ روس اور امریکہ دونوں کے لئے معیشت کا باعث بن گئے ہیں روس اور امریکہ مغربی پاکستان کے خطے میں عرصہ دراز سے نظر رکھے ہوئے تھے امریکہ پاکستان دوستی کے ضمن میں اپنے سیاسی مفادات پورے کرانے کا مقصد تھا اور روس نے بھی ۱۹۶۵ء سے پاکستان دوستی کا راگ الاپ کر اپنے سیاسی عزائم کو واشگاف کرنا شروع کر دیا تھا لیکن شاید دونوں طاقتیں کوئی لائحہ عمل طے نہ کر پائیں تھیں کہ پاکستان میں سیاسی نقصان افزائی کا شکار ہونی یعنی ایوب خان کی حکومت کو ٹمکانے لگی، ان کی بعض غلط سیاسی پالیسیوں کی وجہ سے بہت پہلے ہی مغربی پاکستان کے غوم میں یہ احساس بڑھ گیا تھا کہ مغربی پاکستان والے مغربی پاکستان کے عوام کا استحصال کرتے ہیں جب ایوب حکومت کو ٹمکانا تو مغربی پاکستان میں بیرونی طاقتوں کی خفیہ سازشیں جاری ہو گئیں ماحول فساد میں ایوب حکومت ختم ہوئی اور جنرل یحییٰ نے پاکستان کا اقتدار سنبھالا تو سب سے پہلے روس نے یہ کوشش کی کہ وہ صدیکچی کے ذریعہ پاکستان سے دست بردار ہو جائیں، خفیہ بیرونی وجہ تھی کہ ان کی حکومت سنبھالنے کے لیے عرصہ بعد روسی وزیر اعظم کو کسی گن پاکستان کے دورے پر لائے اور ان کو یہ مسئلہ میں سابق صدر صدیکچی کو دورہ ماسکو کی دعوت بھی دے گئے تھے صدر یحییٰ ماسکو جانے کا پروگرام بھی طے نہ کر پائے تھے کہ رابطہ میں اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے دن قریب آگئے اور وہ ۲۲ ستمبر ۱۹۷۸ء سے شروع ہوئے والی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے اب رابطہ کانفرنس کا ذکر آیا ہے تو ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہو جاتا ہے جو اس کانفرنس میں بھارتی وفد کی شرکت کے ضمن میں بہت عام ہوا تھا اور ذمہ دار افراد کے توسط سے ہم تک پہنچا تھا۔ رابطہ کانفرنس میں بھارتی وفد بھی شریک ہونا چاہتا تھا۔ بھارتی حکومت کا استدلال تھا کہ ان کے ملک میں بھی آٹھ کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ اس لئے بھارتی وفد کو بھی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جائے اس لئے بھارت کی طرف سے نمائندگی کے لئے مراکش میں تعینات بھارتی سرجنرل سرگرجن سنگھ ایک وفد لے کر پہنچ گئے تھے۔ اور پہلے دن یہ وفد کانفرنس ہال میں بھی جا پہنچا تھا۔ لیکن بعد کے اجلاس میں بھارتی وفد کی شرکت پر سابق صدر یحییٰ خان نے زبردستی احتجاج کیا تھا۔ بہر حال قارئین کرام رابطہ کانفرنس کی کارروائیوں سے بخوبی شناسا

ہوں گے مجھے صرف وہ واقعہ بیان کرنا ہے جو معتبر حضرات سے شائع ہوا واقعہ یہ ہے کہ ایک اجلاس میں جب بھارتی وفد آیا تو صدر یحییٰ بھی موجود تھے اس اجلاس میں انہوں نے بھارتی وفد کی شرکت کو ملکی وفادار و قومی پالیسیوں کے خلاف اقدام سمجھ کر کوئی احتجاج نہ کیا۔ لیکن دوسرے اجلاس میں انہوں نے زبردستی احتجاج کیا۔ یہاں تک کہ واک آؤٹ کرنے کی سعی بھی کی، بیان کیا جاتا ہے کہ رابطہ اجلاس میں شرکت کے لئے حبیب صدر یحییٰ جاتے والے تھے تو کچھ ذمہ دار افراد نے ان سے درخواست کی تھی کہ خاص شغل کر کے نہ جائے کیونکہ آپ ایک بڑی اسلامی ریاست کے سربراہ ہیں۔ پہلے تو انہوں نے بہت اصرار کیا کہ وہ خاص شغل کر کے بعد ہی جائیں گے۔ لیکن دوسروں کے اصرار کے کئے مان گئے اجلاس میں بھارتی وفد کی شمولیت کا مسئلہ اٹھا تو اس کے خلاف کوئی خاص اقدام صدر یحییٰ نے نہ کیا اور بھارتی وفد کی موجودگی برداشت بھی کی۔ شاید وہ بھارتی وفد کی شمولیت کا مقصد خود ہی نہ سمجھ پائے تھے لیکن دوسرے اجلاس میں جانے سے قبل وہ اپنے خاص شغل میں زیادہ پی گئے اور جیسے ہی کانفرنس ہال میں پہنچے تو گرجنرل کے وفد کے خلاف چراغ پا ہو گئے۔ یہاں تک کہ پوری کانفرنس کے شرکاء میں ہلکے بھڑکے گئے۔ بہر حال بھارتی وفد کی رابطہ کانفرنس میں شرکت اور پاکستانی موقف کا حال تو قارئین کرام آپ جانتے ہی ہوں گے۔ یہ واقعہ بھی سنا تھا جو صدر یحییٰ کے ملفوظات کے ضمن میں آگیا اس کو جملہ معترفہ سمجھیے

ہاں تو ذکر ہو رہا تھا کہ راولپنڈی پہنچ کر روسی وزیر اعظم مرزا کو کسی گن نے صدر یحییٰ کو ماسکو کے دورے کی دعوت دی تھی کہ رابطہ میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کے دن آ گئے اور صدر یحییٰ مراکش روانہ ہو گئے کسی گن کے راولپنڈی آنے کا یہ وہ زمانہ تھا جب کہ وہ افغانستان سے بھی دوستی منسکم کر چکے تھے اور افغان فضائی طاقت کو ٹرھانے کے لئے ڈھیروں روسی امداد فراہم کی جا چکی تھی۔ اور افغانستان ایران سے قریب آ کر ندر عباس کی بندرگاہ کو ایک جدید بندرگاہ بنانے کے منصوبہ مکمل کر چکا تھا۔ ندر عباس کی بندرگاہ کی ترقی افغانستان کی ترقی کے لئے ضروری سمجھی گئی تھی اور ندر عباس سے کابل افغانستان تک شاہراہ کی تعمیر کے خرچے کی ذمہ داری بھارتی حکومت نے برداشت کرنا منظور کر لیا تھا یہ سب کچھ ظاہر ہے اس لئے ہورہا تھا کہ افغانستان کو اقتصادی ترقی میں مدد دی جائے اور اس اقتصادی ترقی کے منصوبے کا محرک روس کی حکومت تھی۔ بہر حال کسی گن راولپنڈی پہنچے، ان دنوں روسی وزیر اعظم کے

پاس پاکستان، بھارت، ایران اور افغانستان کے درمیان سیاسی اور اقتصادی تعاون کا ایک فارمولا موجود تھا جس کو کابل پلان کا نام دیا جاتا تھا۔ ان دنوں اکثر سیاسی حلقوں میں یہ سنا جاتا تھا کہ شاید صدر یحییٰ رابطہ کانفرنس کے دنوں میں شاہ ایران سے اس کے پریات کریں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب پاکستان میں افغانستان سے کینیڈا پریشن قسم کا معاہدہ کرنے کی تجاویز بھی پیش کی جا رہی تھیں۔ بلکہ ایک وقت تو ایسا بھی آیا تھا کہ خان عبدالغفور خان اور سردار بہادر خان نے اس ضمن میں واضح طور پر سیاسی موقف بھی بیان کر دیا تھا۔ ان دنوں حضرات کے برائے آج بھی ملک کے اخبارات کے صفحات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ تجر تو ذکر یہ تھا کہ کسی گن پاکستان، بھارت، ایران اور افغانستان کے درمیان سیاسی اور اقتصادی اتحاد کی تجاویز بھی کر دی گئیں تھیں۔ اور صدر یحییٰ کو ماسکو جانا تھا یہ دورہ ضرور ہوا لیکن کچھ وقفے کے بعد جن دنوں صدر یحییٰ روس کے دورے پر گئے۔ ان دنوں ملکی سیاسی صورت حال کی تھی وقت کے تقاضے کیا تھے۔ یہ تفصیلات بھر آئیں گی جو بیان کی جاتی بہت ضروری ہیں۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ان دنوں میں ملک میں اکثر سیاسی حلقوں اور کچھ سیاسی حلقوں میں یہ تاثر بہت عام تھا کہ صدر یحییٰ ذہنی طور پر روس کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ کچھ غیر ملکی اخبارات بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر چکے تھے خصوصاً میرے دوست محمود ناسر کو بھی یہی گمان غالب تھا کہ صدر یحییٰ روسی ممالک سے رابطہ بڑھانے کے رجحانات رکھتے ہیں۔ لیکن ہماری سمجھ میں یہ راز نہ آتا تھا اور نہ آج تک آیا ہے، بہر حال صدر یحییٰ روس گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے روس کی فنی امداد کے ذریعے کراچی میں اسٹیل ملز لگانے کا پروگرام بنایا۔ اس پروگرام کے تحت ۱۹۷۸ء میں پاکستان اسٹیل ملز کارپوریشن کا قیام بھی مل میں آیا جس کے لئے کوئلہ اور آئرن افغان تان سے لینا پڑا تھا۔ جس کے مذاکرات لہو کو وقت کی تاخیر ہو گئے اور روسی ناراضگیاں، افغانستان سے اسٹیل مل کے مذاکرات ختم ہوئے تو افغان حکومت کو تشویش ہوئی۔ اور روس اس بات پر ناراض تھا کہ پاکستان نے اسٹیل مل کے لئے اسٹیل پلاؤنڈر ممالک سے رابطہ پیدا کر لیا ہے لہذا روس نے افغان حکومت پر دیا ڈھاکا حکومت پاکستان سے وجہ جواز معلوم کرے کہ افغان حکومت سے جو مذاکرات اسٹیل مل کے بارے میں ہوئے تھے ختم کیوں ہو گئے ان حالات کے بارے

قارئین کتے ہیں



نئی حکومت توجہ دے۔ یہ مسئلہ سنگین ہے

معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر کیٹریٹ آف انڈسٹریز میں درج سوم اور چارم کے چند ملازمین کو SURPLU قرار دینا کیا گیا۔ ایران سے کہا گیا کہ وہ سوشل ویلفیئر کے دفتر چلے جائیں۔ انہیں اس دفتر میں کھپدیا دیا جائے گا جب یہ ملازمین مذکورہ دفتر میں پہنچے تو ان سے کہا گیا کہ اس دفتر میں فی الوقت کوئی جگہ نہیں ہے اور اگر بھی تو ہنگامی حالت کی وجہ سے ان مقامی جگہوں کو بھی پُر نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض اہم سرکاری اور نیم سرکاری عکسوں میں دفتری اخراجات کو کم کرنے کے لئے اس قسم کے اقدامات پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ یہ ہماری نوکری کا بہت بڑا نقصان دہ ہے کہ جب بھی ملک کو کسی سنگین بحران کا سامنا کرنا پڑا تو ملکی معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے درج سوم اور چارم کے غریب ملازمین کے گلے پر بھری چلا دیا گیا۔ اس طرح پیر و زرکاری کے مسئلے کو زیادہ سنگین بنانے کی روایت ۲۳ سال سے اس ملک میں بڑی تباہی سے چلی آ رہی ہے حالانکہ اس قسم کے اقدامات سے نہ تو قومی معیشت کو پائیداری حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر کے غیر ضروری اخراجات میں کوئی کمی آتی ہے۔

اس ملک میں پیر و زرکاری پہلے ہی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ چھاننی اقدامات نہ ہندے کے سبب مزدوروں کی بڑی تعداد روزگار کی تلاش میں دربدار ماری پھر رہی ہے۔ پرائیویٹ کاروباری اداروں کے مارکان ہنگامی صورتحال کا بہانہ بنا کر قبل از وقت دفتری چھپائی اور ملازمین کی ایک بڑی تعداد کو علیحدہ کر چکے ہیں۔ اب نئی اور ترقی پسند حکومت کی اصلاحات کی آڑ میں نوکریاں چھوٹی تنخواہ والے غریب ملازمین کو پیر و زرکاری کے جہنم میں دھکیلنے کے کردہ منسوب پر عمل کرنا چاہتی ہے ایک بار پھر محنت کشوں کو ہی قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ لیکن ہم واضح طور پر نشاندہی کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کے طرح اس بار ہم قربانی کا بکرا نہیں بنیں گے۔

دفتر اخراجات میں کمی کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ غریب ملازمین کو بے روزگار کر دیا جائے۔ دفتری اخراجات میں

کمی کرنے کے اور بہت سے طریقے ہیں۔ بڑی بڑی تنخواہ پانے والے موٹے، مٹھل اور بے معرفت افسران کی طرف توجہ دی جائے جو ہر ماہ پچائے اور کافی پرتین چھاپیسوں کی تنخواہ کے برابر روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ اگر پیسہ پانے کی اس جانب توجہ نہیں دیتی اور نوکریاں کمزور مافی کاروائیوں کی چھوٹ لی گئی تو پھر اس ملک کا خدما حفظ

(فرحت عزیز لودھی - نیٹریل بی ایریا لاجی)

نوکریاں کی گردن اب بھی نہیں جھکی

نئی حکومت کی آمد کے بعد امید تھی کہ نوکریاں کی گردنیں کچھ تبدیل آئے گی۔ عوام کی بات کی گئی تو عسوس ہوا کہ اب افسران اور بڑے عہدیدار غریبوں کی باتیں سنیں گے۔ اور ان کی جائز شکایات کا انا کرہ کرے گے۔ مگر افسوس عوام کی یہ زندگی ہوئی اس ٹوٹتی نظر آ رہی ہے۔ ہاری مزدور اور محنت کش عوام سوا الیہ نگاہوں سے پوچھتے ہیں کہ ہماری بقا ممکن ہی ہے یا نہیں۔ افسران کو دیکھتے ہیں تو ان کی گردنیں پہلے کی طرح اکڑی ہوئی ہیں۔ اور اس نازک وقت میں بھی انہیں غریب عوام کا آقا بننے کا شرف بدستور حاصل ہے۔ عوام سے وہ اسی طریقہ سے پیش آتے ہیں۔ جیسے آج سے پندرہ دن قبل پیش آتے تھے۔ حاجت مندوں سے رشوت لئے بغیر حاجت پوری نہیں کی جاتی۔ رشوت اور اقربا پروری کی لعنت اس ملک اور قوم کو تباہ کر گئی اب بھی دفاتر، محکموں اور دیگر اعلیٰ و ادنیٰ اداروں میں اس کا بانا رنگم ہے۔ اب آپ ہی بتائیں اس ٹوٹے پھوٹے ملک کا کیا حشر ہوگا۔ خدائے واسطے آپ حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں اندرونی دشمنوں کا مقابلہ کرے سرکاری، نیم سرکاری محکموں کو ان لاشی انشروں سے بھرت دلوئے جب تک ان کا خاتمہ نہ ہوگا نئی قوم نہیں ابھرے گی۔

جب تک عوام کا احتضال ختم نہ ہوگا ہم کوئی جنگ

کبھی نہیں جیت سکتے۔ مزدوروں پر بھی مارکھائیں گے اور اندر بھی ٹپیں گے عوام بہت برداشت کر چکے اب ان میں ضبط کا یا را نہیں رہا۔ اس ملک سے پہلی فرصت میں رشوت ستانی، اقربا پروری، دھونس اور دھاندلی نوٹ کھسٹوٹ کا پلٹا سلسلہ ختم کیا جائے۔ اگر موجودہ حکومت پلٹنا سختی ڈھچکے کو برقرار رکھتے ہوئے کوئی اصلاحی پروگرام عمل میں لائے تو اس کی ناکامی کی بجائے اس کی کامیابی کی گمان ہے۔ ہم انقلاب چاہتے ہیں، ایسا انقلاب کہ لاشی کو رشوت لینے وقت گولی ماری جائے۔

ملک کا ایک معمولی شہری لاٹھرانہ

بقیہ: سنو آواز اٹھائے

ابوہریدہ بنہ مزدور کا پسینہ اس لہو اور پسینے کا حساب دینے میں اب انہیں کیوں نابل ہے۔ یہ اب بھی تاویلات کا خراگ کیوں رہا ہے۔ انہیں رضا کارانہ طور پر اپنی دولت کا حساب دیتے کیوں گزیر ہے، یہ اپنے تعمیر کی آخری غلٹن کو کیوں دبا رہے ہیں۔

سنو اب بھی تعمیر کو جھنجھوٹنے کا وقت ہے، فکڑ ڈیپازٹ اور سیونگ بینک کے سود سے کچھ کہیں بھی تہا نہ لے باعوت سوال نہ بن جائیں

آئندہ ہفتے

مزدور رہنما

جناب عثمان بلوچ

کا تفصیلی انٹرویو ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں مزدوروں کے مسائل، ملز مالکان کی عوام دشمن سازشوں اور مستقبل کے راہ عمل کی وضاحت ہوگی

بقیہ: بین الاقوامی سازشیں

میں راقم الحروف کو ایک نیم سرکاری ادارے کے اعلیٰ افسر نے بنایا تھا کہ وہ اپنے ادارے کی طرف سے جیب گذشتہ برس افغانستان گئے تو افغان حکومت نے ان سے پوچھا کہ آپ کی حکومت نے ہم سے اسٹیل مل کے لئے معاملہ طے کیا تھا، مجوزہ اسٹیل مل کے اعلیٰ افسر معاملات طے کرتے آئے بھی تھے، لیکن بعد کو سب معاملہ ٹھپ ہو گیا، اور پاکستان وزارت خارجہ اور اسٹیل مل کے افسران میں خط و کتابت کا کوئی معقول جواب بھی نہیں دیا، اوہروس کو نشوونو نہیں ہے وہ ہم سے برابر اس ضمن میں رابطہ پیدا کرتا ہے، لیکن نیم سرکاری ادارے کے اعلیٰ افسر کا چونکہ اس معاملے سے کوئی تعلق نہ تھا، اس لئے وہ دامن بچا گئے، لیکن یہ بات واضح ہو گئی کہ روس کی ناراضگی میں صدر یسچی کی روز پالٹی پالیوں کا بھی عمل دخل تھا، یہ ناراضگیاں اتنی بڑھیں کہ مشرقی پاکستان کے المیے کا باعث بن گئیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: اداریکہ

کے گذشتہ دوسالوں کے دوران اس کے کارکنوں نے کبھی پیلیڈ پارٹی سے اپنی خدمات کا مناد و طلب نہیں کیا اور نہ ہی خوشامدیوں اور کامیابیوں کی فہرست میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ نتیجہ کی حمایت اصدلوں کی بنیاد پر ہے اور رہے گی اس کے کارکنوں کو نہ تو پہلے کسی جاہ و شہرت کی ضرورت تھی اور نہ ہی آج ہے۔ آج ہمارا کام پہلے کی نسبت زیادہ کٹھن ہے۔ ہمیں عوام کے بہترین مناد کے پیش نظر برسرِ اقتدار رہنے کا محاسبہ کرنا ہو گا۔ ہماری اس جدوجہد سے ممکن ہے کہ چند دوست ناراض ہوں لیکن عوامی عدالت میں ہمارا فرض پورا کرنے اور جرات و حوصلہ مندی سے ملک و قوم کی خدمت کرنے کی جدوجہد رہی ہے۔ وقتی ناراضگیاں برداشت کی جاسکتی ہیں۔ عوام کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا یہی سب سے بڑے قابلِ اعتماد و درست ہیں۔

بقیہ: ۲۲ خاندان

(۱۷) نشاط

پاکت نے ۲۲ خاندان میں اس گروپ کا

نمبر ستر ہوا ہے۔ جب کہ پنجاب کے ابھرتے ہوئے سرمایہ داروں میں اسے نوین پوزیشن حاصل ہے۔ اس کے پاس نشاط ملز، نشاط انڈسٹریز، ٹیکسٹائل انڈسٹریز آف پاکستان، ٹائیکل ٹیکسٹائل، اور یونین انڈسٹریز کمپنی ہے۔

گندھارا

اٹھارویں نمبر پر گندھارا خیم ٹھونک کر کھڑا ہے یہ سرحد کا امیر تاجر سرمایہ دار طبقہ ہے۔ نوکر شاہی اور بعض سیاستدان اس کے پشت پناہ ہیں۔ اس کے ٹینگ ڈائریکٹر کیپٹن گوہر الوب تھے۔ اب اس شخصیت کی اہم شخصیت گوہر الوب کے خسر لیفٹیننٹ جنرل حبیب اللہ خان ہیں۔ اس گروپ کے پاس گندھارا انڈسٹریز، نیو جانا نا دی ملو ٹیکسٹائل ملز، اور گلزار حبیب ہیں۔

اصفہانی

پاکستان کے ٹرسٹے تاجر گروپ میں اصفہانی انڈیا نمبر پر ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں اس کا نمبر آٹھواں تھا۔ ۱۹۶۰ء میں دسواں اور ۱۹۷۵ء میں ۱۷واں ہو گیا۔ اس گروپ کے کاروبار کا بنیادی پاکستان میں پھیلا ہوا ہے۔ اصفہانی مشرقی پاکستان سے تعلق نہیں رکھتے۔ تقسیم سے قبل یہ گروپ جوٹ کا کاروبار کرتا تھا۔ اور کچھ چائے کے باغات تھے۔ پٹاکا لگ اور ڈھاکہ میں اصفہانی کی بڑی بڑی جائدادیں ہیں، مگر اچھی اشک کی پیچیدگی میں ان کی درکیپوں کے نام درج ہیں۔

(۱) وکری جوت

(۲) پٹاکا لگ جوت

سوشلسٹ ہونے کے دعویدار ہیں۔ خدا شہزادہ پر رحم کرے۔

ظفر الاحسن

میسوں نمبر پر ظفر الاحسن گروپ ہے۔ ۱۹۶۵ء میں یہ گروپ ۱۷ویں نمبر پر تھا۔ اس کا سر دار بہادر سے بڑا قریبی تعلق ہے۔ اس لئے اس کا شمار بھی گندھارا کی طرح سرحد کے سرمایہ دار طبقہ میں ہوتا ہے۔ اس کے پاس یہ کمپنیاں ہیں۔

(۱) خیر الشوریس

(۲) خیر ٹیکسٹائل

(۳) انڈس کیپٹل

(۴) مسٹرنگ ٹیکسٹائل

آج کل انہوں نے قلم کے مزدوروں کے اشتغال کے لئے ایک انگریزی روزنامہ بھی نکال لیا ہے۔ اس میں ظلم کرنے کے لئے بلوں کے پرنٹل منیجروں کی طرح ایک پرنٹل ایڈیٹر رکھا ہے۔ چھاپنی کا عام رواج ہے۔

فتح

فتح گروپ کیسیریں نمبر پر ہے۔ یہ زمانہ پذیر ہے ۱۹۶۵ء میں اس کی پوزیشن سولہویں تھی۔ ۱۹۶۰ء میں چودہ تھا اور ۱۹۷۵ء میں ساواں۔ مگر اب یہ گروپ نیچے اترتے اترتے کیسیریں نمبر پر آ گیا۔ حسب ذیل کمپنیاں اس کے پاس ہیں۔

(۱) بھادوپور ٹیکسٹائل ملز

(۲) فتح ٹیکسٹائل ملز

دادا

دادا گروپ نے اجارہ دار سرمایہ داروں کی کاروباری ریلوں میں آخری نمبر یعنی ۲۲ویں پوزیشن حاصل کی۔ اس گروپ کے کنٹرول میں ایگزیکٹو سیمینٹ ہے۔

بقیہ: صدر کی نشری تقریر اور عوام

- عوامی مسائل پر بے کھٹک اظہارِ خیال اور انہیں حل کرنے کا عزم۔
- میرا کوئی رشتہ دار نہیں، عوام میرے رشتہ دار ہیں۔
- "قریب اور دیر تاجنزل" افواج پاکستان کے وڈو پر تھے۔
- باہر کے بکوں میں جمع روپیہ پاکستانیوں کا ہو ہے، پاکستان میں اس لہو کی ضرورت ہے۔
- مزدوروں، محنت کشوں اور کسانوں کے مسائل حل کئے جائیں گے۔
- مشرقی پاکستان کو بھارتی تسلط سے آزاد کروا دیا جائے گا۔
- آپ میرا ساتھ دوں تو میں کوہِ ہمالیہ سے زیادہ مرلے ہوئی غریبوں اور طالب علموں کے مسائل حل کئے جائیں گے۔
- نظامِ تعلیم میں اصلاحات کی جائیں گی۔
- بھارتی قیدیوں سے نجات ملے گی، فوجی بستیوں میں سرکاری اسکولوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا۔
- نوکر شاہی سے نجات دلائی جائے گی۔
- عام آدمی کی بے عزتی کی گئی اس لئے ملک کی بے عزتی ہوئی۔



حسین سائبر کے بلیپ اور بیوب
پھیلاتے ہیں
روشنی کے سرچشمے
عبدالحی چیمبرز - ولیٹ ہاؤس کراچی
فون : ۲۲۰۸۸۱ - ۲۲۰۶۶۵

ایک فوج کو حقیر نہ مانتے

پاکستان کی سرحدوں پر تجارت کی ناپاک نظریں گما ہوتی ہیں۔ مانگے کا اسلحہ ڈھیروں میں جمع ہے لیکن تجارت اور مردانگی نہ اٹھاتا۔ نگلی جاسکتی ہے اور نہ بطور امداد مل سکتی ہے مگر بھر بھی تجارت کے پٹے پٹاتے مہرے پاکستان کے جیالوں اور سرحدوں کو مسلسل گیدڑ بھیکیاں مے رہے ہیں۔

ہماری افواج سرحدوں کی جانب رواں دواں ہیں۔ اللہ اکبر کے نعرے اور نعرہ حیدری کی گونج ان کے بلند عزائم کو مستقل کر رہی ہے اور ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم جن کی حفاظت موت کرتی ہے۔ انہیں امام خاں باندھیں یا نہیں۔ اس سے کہ جہاد پر جانے والے غازی بن کر لوٹتے ہیں یا شہید کی زندگی پالیتے ہیں۔

خراج عقیدت

ہم سوچ رہے ہیں کہ :
انہیں کیا خراج عقیدت پیش کریں کہ وہ اس سے بے نیاز ہیں۔ مگر ان ماؤں کو سلام جن کے جگر گوشے اسلام اور پاکستان کے لئے صفت بستہ ہوتے۔ ان بیویوں کو سلام جن کا سہاگ کفن بردوش ہے۔ ہم بھی کتنے کم مائیہ ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن پھر ایک حقیر سا سزا دہانہ ان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ کہنے کی مسرات کرتے ہیں کہ

لوستانِ رضا

میں جن فوجیوں نے پلاٹ بک کرائے ہیں جہاد سے لوٹنے کے بعد ان سے پلاٹوں کی خرید
کوئی قیمت نہیں لی جائے گی

اور اگر شہادت کا تاج انہوں نے پہن لیا تو ان کے وارثوں کو نہ صرف یہ کہ پلاٹ دیتے جائیگے بلکہ آٹا روپیہ بھی دیا جائے گا کہ وہ اس پر مکان تعمیر کر لیں

”گر قبول افتد زہے شرف“

سلمان المید ۴۱۱۔ محبوب جیمبرز۔ صد کراچی۔ فون نمبر ۵۱۶۳۸۹